UNIVERSAL LIBRARY
OU_222034
UNIVERSAL LIBRARY

مزاحیہ پیرایہ میں کتوں کی دلچسپ زندگی کا مطالعہ

ملفوظاتِ ٹامی

یعنی

چند دلچسپ واقعات خود ایک کتے کی زبانی

مصنفہ

مصورِ ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ (علیگ)

مصنف

ویمپائر۔ کولتار۔ شریر بیوی۔ چینی کی انگوٹھی۔ شہسوار وغیرہ

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

مقامِ اشاعت۔ دفتر کتابت عظیم بیگ چغتائی کمپنی جودھپور

بار اول ۔۔ د قیمت عہ

فلسفۂ عشق
ایک کُتّے کی زبانی

سرمد غمِ عشق بوالہوس را ندہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را ندہند

واقعہ بھی دراصل یونہی ہے۔ اگر کسی کُتّے سے پوچھیے کہ حضرت سرمدؒ کے مندرجہ بالا شعر میں اگر کوئی غلطی ہو تو یہی کہ پروانہ کے بجائے کُتّوں کا ذکر نہیں کیا اور پروانوں کو کتوں سے بڑھا دیا جو سراسر غلط ہے۔ ہر کس و ناکس کو خداوند تعالیٰ عشق کی دولت نہیں دیتا۔ کتوں سے زیادہ شاید کسی اور جانور کو انسان کے ساتھ رہنے اور اس کے حالات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا اور ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ واقعی ہم لوگوں یعنی کتوں کے بعد اگر کسی کو عشق کی دولت خدا نے عطا کی ہو تو وہ انسان کو یہ واقعہ ہے کہ

اس معاملہ میں اول نمبر تو خدا کی نیک مخلوق کتوں کا ہے اور دوسرا نمبر انسان کا! لیکن آپ کو یہ معلوم کرکے شاید تعجب ہو کہ اگر سو درجہ سوز و گداز اور تپش ایک کُتے میں ہے تو اس سوز و گداز کا دسواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم انسان میں۔ اگر کہیں کتوں کی تواریخ عشق لکھی جائے اور بالخصوص ہماری قوم "فاکس ٹیریر"؎ کی تو معلوم ہوگا کہ ہماری قوم کا ہر پانچواں فرد بلا مبالغہ فرہادِ وقت اور مجنونِ زماں ہے بلکہ شاید زیادہ کیونکہ اگر ہماری قوم کے واقعات ضبطِ تحریر میں آتے تو لیلیٰ و مجنوں اور فرہاد و شیریں کے لوگ بار بار قصّے نہ دہراتے۔

ذرا غور تو کیجئے کہ کتنے کُتے ہیں جو محض عشق کی وجہ سے روزانہ مصیبتیں جھیلتے ہیں! کتنے کُتے ہیں جو آئے دن اپنی محبوبہ پر سے تصدق ہوجاتے ہیں! کہیں محض عشق کی بدولت ان پر بھنگیوں کے لٹھ پڑتے ہیں تو کہیں رسی کے پھندے ان کی گردنوں میں ڈالے جاتے ہیں، اور پھر کہیں گولی سے مارے جاتے ہیں۔ رقیبوں کے معاملہ میں انسان

؎ چھوٹی نسل کے خوبصورت کُتے۔

پھر بھی خوش قسمت ہے کیونکہ انسان کو زیادہ تر ایک ہی رقیب روسیاہ سے سابقہ پڑتا ہے ورنہ حد دو تین رکھ لیجیے مگر جناب ایک کتے کے رقیبوں کی گنتی لگانا شاید محکمہ مردم شماری ہی کر سکے تو خیر ورنہ کسی عاشق کے بس کی بات نہیں۔ پھر کسی انسان کے رقیب اتنے ظالم نہیں ہوتے۔ ایک عاشق کُتے پر اس کے کٹکھنے اور خونخوار رقیب جو جو ظلم توڑتے ہیں ان کا اندازہ لگانا انسان کے لیے مشکل ہے کیونکہ قتل ہونا یا کر دینا ایک عاشق کُتے کے لیے ایسی ہی معمولی بات ہے جیسی کہ ایک سرحدی جوان کے لیے پڑوسی کو مار دینا۔ جو جو ستم ایک عاشق کتے پر رقابت کے سلسلے میں کیے جاتے ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی اگر انسان کے حصہ میں رکھ دیا جائے تو شاید کوئی عشق کا نام نہ لے۔ آپ خود سوچیے کہ اگر قیس و فرہاد کے دو دو چار چار دس دس رقیب ہوتے، اور روزانہ ان کو کاٹتے، اور مارتے اور سڑکوں پر لِٹا لِٹا کر گھسیٹتے تو کیا یہ لوگ اپنا عشق نہ بھول جاتے قطعی بھول جاتے۔ آپ کہیں گے کہ کُتوں کو معلوم نہیں در اصل آدمیوں پر بھی یہی مصیبت نازل ہے ورنہ شاعر رقیب روسیاہ کی برائیاں نہ کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ شاعر رقیبوں کی

برائیاں کرتے ہیں۔ اور ہم مانتے ہیں کہ انسان کو بھی رقیبوں سے پالا پڑتا ہے مگر جناب من ذرا غور تو کیجیئے کہ زیادہ تر یہی شکایت ہوتی ہے کہ معشوق ستمگر کو رقیب سے زیادہ لگاؤ ہوتا ہے مگر پھر بھی یہ تو نہیں دیکھا گیا کہ ہر محلہ میں رقیبوں کی ایک فوج کی فوج ہو اور ہر رقیب خونخواری اور ظلم کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ یہ تو رقابت کا معاملہ رہا اور ثابت ہو گیا کہ جہاں کہیں رقابت کا سوال درپیش ہے ایک عاشق کتے کی جان بہ نسبت ایک انسان کے زیادہ مصیبت میں ہے۔ رہ گیا خود محبوب تو اب اس کو لیجیئے اور مقابلہ کیجیئے۔ انسانوں میں معشوق کو ستمگر کا لقب دیا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ انسانوں کے معشوق جو ستم کرتے ہیں یا کرسکتے ہیں وہ یہی کہ التفات نہیں کرتے۔ رقیب کی طرف زیادہ مائل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک کتے کا معشوق اور ہی ڈھب کا ہوتا ہے ایسا کہ اگر انسان کا کہیں ایسے معشوق سے سابقہ پڑ جائے تو پھر معشوق کا نام تک نہ لے۔ دراصل ہم لوگوں میں اور ہی ستم ہوتے ہیں۔ رقیب تو رقیب، خود معشوق ہی اکثر کاٹ کھاتا ہے اور پھر اس بری طرح بھنبوڑ ڈالتا ہے کہ بسا اوقات عاشق کی جان معرض خطر

میں پڑجاتی ہے۔ قصہ مختصر انسانوں میں جو قصہ ہے وہ کتوں کی قوم میں بلا مبالغہ واقعہ ع به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(۲)

اب اس مختصر تمہید کے بعد کچھ حال دل۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ موسم نہایت ہی خوش گوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی صبح کا سہانا وقت تھا کہ ہم ناشتہ سے فراغت پاکر باغ میں گئے۔ باغ میں ہم ادھر اُدھر دوڑے پھر رہے تھے اور کئی گلہریوں کو قتل کرتے کرتے چھوڑا کہ اتنے میں دور سے کیا دیکھتے ہیں کہ پڑوس کے بنگلہ کی میڈیم بلی احاطہ کی دیوار پر بیٹھی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی صورت دیکھ کر ہمارا کیا حال ہوا۔ تن بدن میں ایک رعشہ سا آگیا اور مارے غصہ کے ہم آگ بگولہ بن کر دیوار کی طرف نعرہ مارتے یا بالفاظ دیگر بھونکتے ہوئے پہونچے۔ منہ سے ہمارے کف جاری تھا اور آگے کے پیر دیوار پر ٹیک کر ہم نے میڈیم موصوفہ کو اس بُری طرح ڈانٹنا اور ڈپٹنا شروع کیا کہ ان کا عجیب ہی حال ہوگیا۔ ادھر ہم برہمی اور جلال کی تصویر بنے ہوئے تھے اور ادھر وہ اپنی پشت مثل اونٹ کے

کو ہاں کے اونچی کیئے کھڑی تھیں رُواں رواں ان کا مارے دہشت کے کھڑا تھا اور "غوں غوں" کے ساتھ وہ ہمارے پرجوش حملہ کا جواب "ہائے ہائے" کرکے دے رہی تھیں یہیں نہ تھا کہ ہم اپنے نوکیلے دانت ان کے گلے میں گاڑ دیں اور جھنجھوڑ کر ان کی ناپاک زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ ڈانٹتے ڈانٹتے ہمارے جبڑے دُکھ گئے اور عف عف کرتے کرتے آواز بیٹھ گئی۔ بہت جلد ہمارے غیض و غضب کی وجہ سے میڈم بلی بھاگ گئیں۔

وہاں سے ہم میڈم پر تبرا بھیجتے اور جوش و خروش کو ٹھنڈا کرتے ہوئے پھاٹک پر پہونچے۔ سب سے پیشتر تو ہم نے اپنے بنگلے کے پھاٹک کے کھمبہ پر پیشاب کیا اور دو تین ڈنڈ کرکے تن کر سڑک کی طرف دیکھنے لگے۔ سامنے ہم نے فاصلہ پر دیکھا کہ کوئی شخص بائیسکل پر چلا جا رہا ہے۔ گو وہ بہت دور تھا مگر اس کو دیکھ کر اصولاً ہم کچھ بھونکے کہ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک قد آور جوان چلا آرہا ہے۔ یہ حضرت بھورے رنگ کے بلنڈے تھے حالانکہ ہم ان سے قد میں بہت چھوٹے تھے مگر اپنے گھر پر تھے اور ان کو دیکھتے ہی ہمارے غیض و غضب کا پارہ ایک سو دس سے بھی تجاوز کر گیا

ایک جنگی نعرہ مار کر ان پر ہم حملہ آور ہوئے یہ لینڈی تھے۔ ان کو بھلا جنگ سے کیا تعلق۔ فوراً دانت نکال کر اپنی دُم کا لنگوٹ کس لیا اور عاجزی سے لگے گڑگڑانے۔ گو ہم شیر کی طرح جھپٹ کر پہونچے تھے مگر ان کی عاجزی سے ہمارا دل نرم ہو گیا اور ان پر رحم کھایا کہ کاٹا نہیں مگر آہستہ آہستہ غرّانا شروع کیا۔ اُنھوں نے اور بھی عاجزی سے کام لیا اور ہم چپ ہو کر ان کے پاس پہونچ کر ان کو سونگھنے میں مشغول ہوئے۔ ڈرتے ڈرتے اُنھوں نے ہم سے ناک ملائی۔ تبادلۂ خیالات سے معلوم ہوا کہ مسٹر لینڈی معقول شخص ہیں چنانچہ ان سے مختصر بات چیت کرنے کے بعد ہی ہم نے کہا "چلو ہم تم کو اپنا بنگلہ دکھائیں"۔ ان کا نام شیرا تھا اور اُنھوں نے نہایت ادب سے ہم سے دریافت کیا "کیا میں اپنے معزز دوست کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

ہم نے دل میں اکڑ کر مگر ظاہرا سادگی سے کہا "خاکسار کو ٹی فاسٹیر رہ وہائٹ آف سی سی (لندن) کہتے ہیں"۔

"معاف کیجیے گا" مسٹر شیرا بولے۔ "ٹی سے کیا مطلب اور سی سی سے

کیا مطلب؟"

مسکرا کر ہم نے کہا "دفا کسار انگریز ہے۔ اردو کم بولتا ہے۔ یوں سمجھیے
ٹامی فاکسٹیر پریسفب۔ کینائن کلب (کتوں کا کلب) لندن۔"

مسٹر شیرا بولے "ٹامی تو آپ کا نام ہے اور سفید رنگ ہے مگر یہ فاکسٹیر
کیا ہے؟ معاف کیجیے گا میں ہندوستانی آدمی دیہات کا رہنے والا
ان باتوں کو پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ہم نے کہا "مسٹر شیرا آپ تو بالکل ہی سیدھے سادھے کتے ہیں۔
فاکس ٹیریر دراصل ایسے ہی ہے جیسے آدمی ناموں میں لگاتے ہیں۔ مثلاً
چغتائی، برلاس وغیرہ وغیرہ۔ آپ خود کتوں کی معزز قوم لینڈی سے تعلق
رکھتے ہیں لہٰذا آپ اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لگا سکتے ہیں۔"

مسٹر لینڈی مسکرائے اور کہنے لگے "جناب میں مسٹر وسٹر نہیں جو
اس قسم کا نام رکھوں آپ بھی مجھ کو مسٹر نہ کہیں تو بہتر ہے۔"

"پھر کیا کہوں؟"

"محض شیرا۔"

"اچھا میں آپ کو منشی کہنے کی کوشش کروں گا مگر میری زبان پر لفظ مسٹر چڑھا ہوا ہے اور امید ہے کہ جناب معاف کریں گے کیونکہ میں انگریز ہوں اور میرا تعلق جیسا کہ ظاہر ہے لندن کے کتوں کے کلب سے ہے۔"

"جی ہاں" مسٹر شیرا بولے "میں پوچھنے والا تھا یہ آخر کس طرح؟"

ہم نے کہا والد صاحب قبلہ اسی کلب کے مشہور رکن تھے مرحوم کی تصویریں ابتک اخباروں میں نکلتی ہیں۔"

بہت خوب ماشاء اللہ! جناب تو بڑے عالی نسب ہیں" مسٹر لینڈی خوشامدانہ لہجہ میں بولے "آپ کے بنگلے کی کیا خصوصیات ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں" ہم نے سادگی سے کہا "مگر ایک لحاظ سے بہت ہی اچھا ہوگا ہے گا ہے گلہریاں مارنے میں آجاتی ہیں۔"

"کوئی بلی وِلّی؟" مسٹر لینڈی نے پوچھا۔

"جی ہاں" ہم نے غصے سے کہا "ایک نالائق بلی پڑوس میں رہتی ہے اور میں نے آج ہی اس کو قتل کرتے کرتے چھوڑا۔"

مسٹر لینڈی نے کہا "واقعی بلی کا مارنا علاوہ ثواب کے مقوی اعضائے

رئیسہ ہی تمام خلطوں کو مفید ہے۔ دانتوں کو جلا دیتا ہے۔ جبڑوں کو قوت پہونچاتا ہے فرحت پیدا کرتا ہے اور نشاط لاتا ہے اور پھر باعث افزائش روزی و کسب ہے۔ برکت لاتا ہے" یہ باتیں مسٹر لینڈی نے نہایت ہی حکیمانہ لہجہ میں کہیں اور پھر پوچھا "جناب کو تو گلہریوں سے خاص شوق ہوگا؟"

"جی نہیں" ہم نے کہا "خاکسار کو صرف دودھ روٹی اور قدرے گوشت کافی ہوتا ہے"

یہ سن کر مسٹر لینڈی کے منہ سے گویا رال ٹپک پڑی۔ انھوں نے زبان سے اپنے ہونٹھ چاٹتے ہوئے کہا "کیا روزانہ آپ یہی کھاتے ہیں؟"

"جی ہاں" ہم نے کہا "کچھ سوء ہضمی کی شکایت رہتی ہے اور پھر کچھ نزلہ کی تحریک کی وجہ سے اور کبھی میرے آقا مجھ سے یہ ہنر کراتے ہیں اور زیادہ تر بندہ کو کتوں کے خاص بسکٹ کھانا پڑتے ہیں۔"

اتنے میں ہم دونوں بنگلہ میں پہونچے۔ مسٹر لینڈی نے ناک پھلا پھلا کر پہلے ادھر ادھر سونگھا اور پھر چاروں طرف دوڑ کر کوئی مناسب

مقامات پر پیشاب کیا۔ ہم اپنے معزز مہمان کو لیکر باغ میں گئے اور فوراً دو گلہریوں پر حملہ کر دیا۔ ایک گلہری کو بدقت تمام ہم نے خود شکار کیا۔ گلہری حالانکہ ہم نے قتل کی تھی مگر مسٹر لینڈی نے اس کو ہم سے چھین لیا ہم نے برہم ہو کر کہا "کیا ذلیل حرکت ہے؟" اور فوراً ہی مسٹر لینڈی پر جھپٹ پڑے اور دو تین جگہ کاٹ کھایا۔ مگر مسٹر لینڈی گلہری نگل بھی چکے تھے ہم نے برہم ہو کر کہا "اگر اس قسم کی حرکت آئندہ کی تو مجبوراً میں اپنے آقا کو حکم دونگا کہ وہ آپ کو بندوق دکھائے"

مسٹر لینڈی نے خوشامد کی اور کہا "مگر آپ تو گلہری سے شوق نہیں رکھتے"

"لیکن پھر بھی میں یہ کیسے پسند کر سکتا ہوں کہ آپ اس کو کھائیں" ہم نے جواب دیا۔

بات گئی گزری ہوئی اور مسٹر لینڈی نے چلنے کی تیاری کی تو ہم نے ان سے کہا "بھلا ایسی بھی کیا گھبراہٹ کہ اتنی جلدی بھاگے جاتے ہو" پہلے تو انھوں نے بہانہ بنایا مگر آخرکار قبول ہی دیئے اور

کہنے لگے کہ "میں ایک حسینہ کے پنجۂ الفت میں گرفتار رہوں اور وہیں جا رہا ہوں۔"

مسٹر لینڈی کے سینہ میں ایک جوش یا تلاطم تھا اور ان کی صورت ہی کہہ رہی تھی کہ وہ مریض عشق ہیں۔ انھوں نے پہلے تو اپنی معشوقہ کے فراق اور ہجر میں جو حالت تھی بیان کی۔ اور پھر رقیبوں کے تشدد اور خود اس معشوق ستمگر کے ظلم و ستم کی داستان سنائی۔ واقعہ یہ ہے کہ باوجودیکہ مسٹر شیرا نیچ ذات تھے مگر اہل دل ضرور تھے اور انھوں نے اپنی معشوقہ کے حسن و عشق کی داستان اس پیرائے میں سنائی کہ ہم خود ان کی معشوقہ کے نادیدہ عاشق ہو گئے۔ مسٹر شیرا کی معشوقہ ایک شکاری کتے کی حسین و نوجوان لڑکی تھی اور سول سرجن کے بنگلہ پر رہتی تھی ہم نے دل میں سوچا کہ ہم بھی مسٹر شیرا کے ساتھ چل کر اس مایۂ حسن و خوبی کو دیکھیں گے اور اسی وجہ سے ہم نے مسٹر شیرا کو بمشکل روکا اور راضی کیا کہ چل کر ذرا ہمارا بنگلہ دیکھیں۔ مسٹر شیرا نے ہم سے کہا کہ "اگر کھانے کے کمرہ میں مجھے لے چلو تو چلتا ہوں۔" ہم فوراً

راضی ہو گئے۔لیکن ہم نے احتیاطاً ان سے کہا "ہم لے چلنے کو تیار ہوں بشرطیکہ کھانے کی الماری اور نعمت خانہ پر آپ حملہ نہ کریں" مسٹر شیرا راضی ہو گئے۔

کھانے کی مہک اور گوشت کی خوشبو سے مسٹر شیرا کو بے چینی سی ہونے لگی اور وہ متوحش نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگے میزوں کے نیچے دوڑ کر ہر چہار طرف سونگھنے لگے ان کی نظر الماری پر پڑی ہم "ہائیں ہائیں" کرتے رہے اور وہ ایک چھلانگ مار کر ڈبل روٹیاں گھسیٹ کر کھا رہے تھے۔ ہم نے غل مچایا اور خفا ہوئے تو انھوں نے تیور بدل کر ہمیں اب اُلٹا ڈانٹا۔ مگر ہماری آواز سُن کر ہمارے آقا نے دیکھ لیا۔ ہم مسٹر شیرا سے وعدہ خلافی کی شکایت ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے آقا صاحب مع دو ملازموں کے لکڑیاں لیئے ہوئے گھس آئے اور دروازہ بند کر کے مسٹر شیرا پر حملہ کیا۔ مسٹر شیرا کی اب وہ خبر لی گئی کہ خدا کی پناہ مجبوراً ہم بھی اپنے معزز مہمان کو کاٹنے پر آمادہ ہوئے اور اپنے آقا کا ہاتھ بٹایا۔ پٹتے پٹتے مسٹر شیرا کا پتلا

حال ہو گیا اور وہ "گویا "پسپا" ہو کر لمبے لمبے لیٹ گئے بھونک بھونک کر ہم نے اچھی طرح ان کی ران میں کاٹا جب جی بھر کر ہمارے آقا نے مسٹر شیرا کو پیٹ لیا تب جا کر دروازہ کھولا۔

مسٹر شیرا اٹھکر بھاگے اور ہم نے اُن کا بری طرح پیچھا لیا۔

مسٹر لینڈی کا عشق فی الحال تو ایسا رخصت ہوا کہ وہ بجائے سول سرجن کے بنگلہ کی طرف جانے کے احاطہ کی دیوار پھاندکر دُم کا لنگوٹ کسکر "پوں۔ پوں کرتے سیدھے شہر کی طرف بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

(۳)

ٹفن کے بعد ہم قیلولہ کرنے چلے گئے۔ دو تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد ہم باہر آئے اور باغ کی سیر کی جہاں تھوڑی دیر گلہریوں پر حملہ کرتے رہے پھر ہم مسٹر شیرا کی معشوقہ کے خیال میں مستغرق ہو گئے اور بہت ہی قلیل عرصہ میں ہم نے معلوم کر لیا کہ دراصل مسٹر شیرا کو کوئی حق نہیں حاصل ہے جو وہ اس مہ پارا سے تنہا اور بِلا شرکت غیرے ارادہ مناکحت رکھیں دراصل ہمیں کامیابی کی زیادہ امید

تھی کیونکہ اوّل تو ہم انگریز اور پھر مسٹر شیرا سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہمارا انہی خیالات میں گزرا رات ہماری عجیب لطف سے کٹی یعنی یہ کہ ہم نے میڈم بلی کو باغ میں دیکھ پایا اور ان پر ایسا حملہ کیا کہ وہ ایک ایسے درخت پر چڑھکر اپنی جان بچانے پر مجبور ہوئیں جو بالکل میدان میں تھا۔ ہم نے فوراً درخت کے نیچے ڈیرے ڈالدیئے اور رات بھر میڈم موصوف کو چلا چلا کر چیلنج دیتے رہے۔ ساری رات ہم نہایت ہی جوش وخروش کے ساتھ بھونکتے رہے۔ قصہ مختصر رات خوب لطف سے کٹی صبح کو ہمارے آقا کے پڑوسی یعنی بلی کے آقا نے ہمیں پکڑوا کر الگ کرایا جب [illegible] ان کی خلاصی ہوئی ورنہ ہم نے تو ایسا محاصرہ کیا تھا کہ غنیم کو کسی طرف سے بھی راہ نجات نہ رکھی تھی۔

صبح ہم بیٹھے اس امر پر غور کر رہے تھے کہ آخر کتوں کے پر کیوں نہیں ہوتے۔ بڑی حسرت سے ہم چیلوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ کاش ہمارے بھی پر ہوتے جو ہم ان کی خبر لیتے اتنے

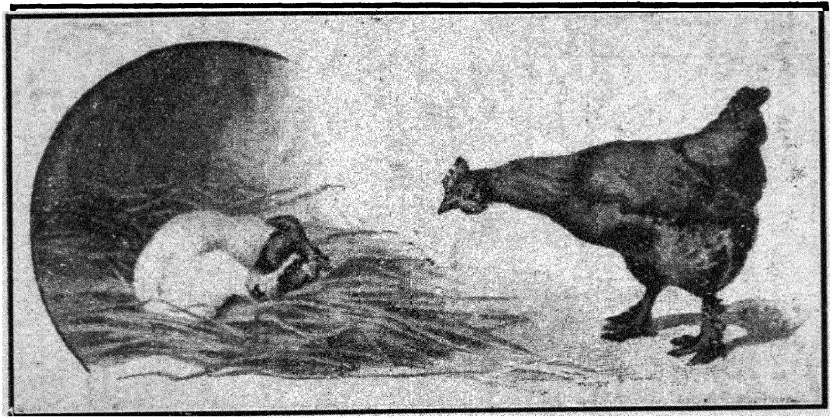

ایک معزز لیڈی کے لئے یہ کس قدر بیجا بات ھے

مرغ الملاک مولانا ٹینی آپہونچے اور قبل اس کے کہ ہم چیلوں کے مسئلہ کے بعد اپنی معشوقہ کے خیال میں اچھی طرح مستغرق ہوں انھوں نے ہمارے کان پر زور سے "ککڑوں کوں" کا نعرہ مارا۔

"یار تم بھی عجیب آدمی ہو خواہ مخواہ کان کھائے۔ اجو بیٹے بگڑ کر کہا۔

مولانا نے کہا " واللہ آپ بھی عجیب شخص ہیں میں اپنی بیگمات کو لیکر ذرا باغ میں آیا تو وہ بھی آپ پر گراں گزر رہا ہے"

ہم نے کہا "ہم خود لیڈیز کی عزت کرتے ہیں مگر مولانا معاف کیجئے گا آپ کے حرم میں خدا جھوٹ نہ بلائے درجنوں بیگمات ہیں اور پھر ان میں کچھ لیڈیز ایسی بھی ہیں جو مجھ کو دق کرتی ہیں اور اکثر میرے سامنے سے کھانا اٹھا لے جانے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ ایک معزز لیڈی کے لئے یہ کس قدر بیجا بات ہے"

مولانا بولے "شامی صاحب سب سے پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ میں اس قسم کی باتیں سننا قطعی نہیں پسند کرتا۔ آپ بار بار

میری ازواج کی تعداد پر حملہ کرتے ہیں۔ آپ ہیں انگریز اور میں ٹھہرا مسلمان آپ کے یہاں ایک بیوی جائز ہے اور میرے یہاں چار نکاحی اور لونڈیاں باندیاں الگ۔ یہ مذہبی معاملہ ہے لہٰذا اس بارہ میں آپ ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ الحمدللہ کہ ہندوستان میں ابھی مذہب ہے اور ہندوستان ہندوستان ہے ٹرکی نہیں کہ ایک سے زائد کوئی نکاح نہ کر سکے۔ گو سار دا ایکٹ پاس ہو گیا ہے اور اسلام معرض خطر میں ہے لیکن پھر بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ قانوناً نہ سہی مگر شرعاً میں اس چوزے کو بھی نکاح میں لے سکتا ہوں کہ جو انڈا پھوڑ کر ابھی روز نکلا ہو۔ غرض یہ مذہبی باتیں ہیں۔ اب رہ گیا یہ امر کہ میری بیگمات میں سے کچھ آپ کو پریشان کرتی ہیں تو مسٹر شامی بات دراصل یہ ہے کہ آپ مجرد ہیں اور ہم ٹھہرے گھر گرہست۔ ہمارے آپ کے اخراجات میں بڑا فرق ہے۔ آپ کو پیٹ بھر کھانا ملتا ہے اور ہمیں دن بھر گھورا کرید کر پیٹ پالنا پڑتا ہے۔ لہٰذا اگر میری بیگمات میں سے کسی نے آپ سے گستاخی کی تو قابل معافی۔ اور پھر آپ کی بھاوج ہیں اگر

کبھی ایسا ہوا بھی تو کیا بجا لا

واقعہ یہ ہے کہ مولانا نہایت ہی سُلجھی ہوئی طبیعت کے مرغِ معقول تھے کچھ ایسے مذہب کے دلدادہ بھی نہ تھے مگر چند معاملوں میں مذہب مجسّم تھے اور مصداق ع

ہیں سنتوں میں یہی سنتیں انھیں مرغوب
نکاح و دعوت و قیلولہ مجلسِ افطار

غرض ہمیں اِن کی یہ معذرت بہت پسند آئی کچھ بلّی کی شکایت کرنے لگے کیونکہ دُو روز ہوئے مسز ٹینی کی وہ دُم نوچ لے گئی تھی۔
ہم نے جو سزا میڈم بلّی کو دی تھی اس کو انھوں نے اور ان کی بیگمات خصوصًا اُنھوں نے جن کی دُم نوچ لی گئی تھی نہایت دلچسپی سے سُنا اور ہم سے وعدہ لیا کہ جلد ہم انھیں قتل کر دیں گے ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہم نے پھاٹک کی طرف نظر کی اور دیکھا مسٹر شبرا کھڑے دُم ہلا رہے ہیں۔
مولانا ٹینی نے ہم سے کہا کہ "یہ کُتا کون آیا تم اس کو جا کر فورًا

کاٹ کھاؤ“

مگر ہم نے کہا کہ ”یہ مسٹر شبیرا ہیں اور ہمارے عزیز دوست۔ لہذا ہم بے وجہ ان کو نہیں کاٹ سکتے“ اس پر مولانا اپنی مرغیوں کو لیکر بھاگ گئے مبادا کہ ہمارے معزز دوست مسٹر شبیرا کہیں ان کی بیگمات میں سے کسی کو لیکر نہ چلتے بنیں۔

مسٹر لینڈی سے ہم نے جا کر ناک ملا کر معانقہ کیا اور ان سے کہا ”کہیے کچھ زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں؟

مسٹر شبیرا بولے آپ کے کاٹنے سے تو کوئی خاص تکلیف نہیں پہونچی لیکن لکڑی کی مار نے تو بیدم ہی کر دیا اور پھر اب بھوک کے مارے برا حال ہے۔ کیا آپ کوئی بوٹی یا روٹی کا ٹکڑا اس الماری میں سے میرے لیئے لا سکتے ہیں“

”آپ خود ہی وہاں تک ذرا تکلیف گوارا فرمائیں“ ہم نے تمسخرا کہا۔

"معاف کیجیے"، مسٹر شبیرا بولے اب میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گا مجھے کل کی مار یاد ہے۔ آپ خود جا کر لائیں۔"

ہم نے ان کی بدتہذیبی پر کہا "جناب من یہ خلاف تہذیب ہے اور پھر میں خود بھی اپنے کسی معزز دوست سے اس قسم کے تعلقات نہیں رکھتا۔"

"تو پھر میں اب اپنی معشوقہ کے بنگلہ پر جا رہا ہوں" مسٹر شبیرا بولے۔

ہم نے کہا "میں بھی اس گل خوبی کو دیکھنے کا مشتاق ہوں"

"جناب من" مسٹر شبیرا بولے "ذرا اپنے قد کو دیکھیں خدا جھوٹ نہ بلوائے ایک گرے ہاؤنڈ (شکاری کتے) کی لڑکی آپ سے قد میں چوگنی اونچی ہوگی۔ آپ کا ان کا کوئی جوڑ نہیں اور بہتر ہے کہ آپ میری اور ان کی محبت میں مخل نہ ہوں"

ہم نے کچھ بُرا مان کر کہا "مسٹر شبیرا میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے زیادہ قد آور اور جسیم ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ

گرے ہاؤنڈ صاحب کی صاحبزادی ساجدہ یعنی مس گرے ہاؤنڈ مجھ سے قد میں بہت اونچی ہوں گی لیکن اس سے یہ تو نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ میرے لیے وہ یا اُن کے لیے میں ناموزوں ہوں۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ میرے ماموں صاحب قبلہ کے ایک خاندانی بیوی تھی لیکن دو گرے ہاؤنڈ لڑکیاں اُنھوں نے اور گھر میں ڈال لی تھیں۔"

"مگر میں آپ کو نہیں لے جاؤں گا"، مسٹر شیرا نے کہا۔

ہم نے کہا "مگر میں تو ضرور آپ کے ساتھ جاؤنگا۔"

مسٹر شیرا نے برہم ہو کر کہا! اگر جناب ضد کریں گے تو شاید میں آپ کو کاٹ کھاؤں۔"

"میں خود کاٹ کھاؤں گا" غرا کر ہم نے کہا اور قبل اس کے کہ مسٹر شیرا سنبھلیں یا ہوشیار ہوں ہم نے اُن پر زور و شور سے گرج کر حملہ کیا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ ہماری خوش قسمتی کہ ایک راہ گیر آنکلا اور اس نے دیکھا کہ ایک شریف ایک کمینہ سے لڑ رہا ہے لہذا اس نے ہماری طرفداری کی اور مسٹر شیرا کی کمر پر اس زور سے لٹھ دیا کہ وہ ہائی

دیتے ہوئے بھاگے اور ان کے پیچھے۔ کچھ فاصلہ پر پہونچکر ہم نے اپنے معزز دوست کو بمشکل ٹھہرایا اور کہا بھئی ہم نہیں سکائیں گے ذرا ٹھہرو۔ مگر مسٹر شیرا نہ مانے اور سیدھے کوئے جاناں کی طرف۔ مگر ہم بھی ان کے پیچھے۔

(۴)

سول سرجن صاحب کے بنگلہ کی پشت پر کنارہ کو ایک اونچا سا گھور اتھا جس پر کھڑے مسٹر شیرا دیدارِ جاناں میں محو تھے ہم پہنچے تو مسٹر شیرا غرائے۔ مگر ہم نے قطعی نوٹس نہ لیا اور ہم بھی اسی سمت دیکھنے لگے کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے وہ گلدستۂ خوبی وحدیقۂ محبوبی جلوہ افروز ہے۔ ہم کیا بتائیں کہ اس گرے ہاونڈ کے لاثانی حسن کو دیکھکر ہمارا کیا حال ہوا۔ اس حسن کی دہی کا خاکی رنگ تھا اور پیشانی پر سفیدی مائل ٹیکا کیا تھا کہ عشاق خستہ جاں کے لیئے پیغام موت۔ چھریرہ بدن اور سڈول و موزوں اعضا اور اس پر سیاہ رنگ کی دم! بس عجب عالم تھا شاید صائب نے اسی

حسینہ کی شان میں کہا ہے ع

صید از حرم کشند خم جعد سے بلند تو
فریاد از نتتا و ل مشکیں کمند تو

خاکی حسن پر سیاہ دم! بس دل کو کھینچے لیتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر پنجہ جاناں ہو کر مسٹر شیرا کے لائق اور قیبوں میں سے ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے مسٹر شیرا سے کہا "جناب من اس حسینہ پر ایک جان چھوڑ ہزار جان سے فدا ہیں۔ بہتر ہے کہ جناب ادھر کا آئندہ رُخ نہ کریں"۔

مسٹر شیرا کی حالت بھی عجیب تھی۔ بولے "چہ پدی چہ پدی کا شوربہ ع میںنڈکی را زکام پیدا شد........ میں جاتا ہوں......" یہ کہکر وہ مس موصوفہ کے پاس جانے کی نیت سے سڑک کا چکر کاٹ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر دوسری طرف پہونچے۔

اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی مس موصوفہ کی طرف

آرہا ہے اور اس کے ارد گرد کئی جنٹلمین ہیں۔ ہم نے اس آدمی کو پہچان لیا
یہ بلڈ ہاؤنڈ مہتر تھا اور ہمارے یہاں نوکری کر چکا تھا اور ہمیں اچھی طرح
جانتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسٹر گرے ہاؤنڈ سینیر اور مسٹر گرے ہاؤنڈ
جونیر اور کئی مسیں اور بابا لوگ تھے اور پھر علاوہ ان صاحبان کے
مسٹر بلڈاگ و مسٹر اسپینیل اور دوسرے جنٹلمین اور لیڈیز بھی تھیں۔
یہ سب آزاد تھے اور بلڈ ہاؤنڈ مہتر نے آکر مس موصوفہ کو بھی کھول دیا
کھلتے ہی انھوں نے عشاق کے خرمن دل پر بجلیاں اس طرح
گرانا شروع کیں کہ ہمیں فوراً معلوم ہو گیا کہ یہاں تمام مردوں کا رجحان
طبع انہی کی طرف ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مسٹر گرے ہاؤنڈ سینیر سے لیکر
مسٹر اسپینیل تک غرض سب کے سب اسی ستمگر کے حلقۂ دُم کے اسیر
تھے۔ اتنے میں ہماری نظر مسٹر شیرا پر پڑی۔ اور ساتھ ہی ان لوگوں
نے بھی مسٹر موصوف کو دیکھا۔ ایک دم سے غول کے غول نے
یعنی پوری سسرال نے مسٹر شیرا پر چوتھی کھیلنے کی نیت سے حملہ
بول دیا۔ غرض چشم زدن میں نہ صرف رقیبوں ہی نے مسٹر شیرا کو کاٹنا

اور گھسیٹنا شروع کیا بلکہ خود معشوقہ صاحبہ معہ بہن بھائیوں کے
لپٹ پڑیں غرض تمام سسرال یعنی ساس اور سسر سے اور چھوٹی
سالیاں اور سالے سب ان پر بُری طرح ٹوٹ پڑے اور سب نے
مسٹر موصوف کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر واہ رے ثابت قدمی!
دراصل مسٹر شیرا ایسے عاشقوں میں نہ تھے۔ مگر کہاں ایک اور کہاں
یہ مجمع اور یہ گھمسان۔ چشم زدن میں مسٹر شیرا گرائے گئے مسٹر گرے ہاؤنڈ
سینیر کے خوفناک جبڑوں میں مسٹر شیرا کی گردن تھی اور پچھلی ٹانگیں
خود ان کی معشوقہ کے منہ میں تھیں۔ غرض یہ حالت تھی کہ عضو عضو
ایک ایک کے منہ میں اس طرح تھا کہ مسٹر موصوف ہوا میں معلق
تھے اور اس قدر زور سے کھینچے جا رہے تھے کہ اگر کہیں زیادہ موٹے
نہ ہوتے تو شاید بیچ میں سے ٹوٹ جاتے۔ گویا اب شکنیں نکالی جا رہی
تھیں یا بھیریوں کہیئے کہ رسّا کشی ہو رہی تھی کہ اتنے میں بلدیو مہتر کے
لٹھ جو ان پر پڑے تو ہمارا بھی پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب تک تو خیر
ہم بھونک ہی رہے تھے مگر اب ہم دوڑے اور مسٹر شیرا کے اوپر

حملہ کی نیت سے آگے بڑھے۔ اتنے میں نہ معلوم کس طرح مسٹر شیرا نے اپنے کو چھڑا لیا اور بھاگتے ہوئے ہماری ہی طرف آئے ایں۔ مجمع نے پھر ایک دفعہ مسٹر شیرا کو پکڑا کہ ہم بھی شریک جنگ ہو گئے۔ دوڑ کر ہم نے مسٹر شیرا کے بائیں پیر میں کاٹا ہی تھا کہ ہمیں ہماری تند آور معشوقہ نے گردن پکڑ کر زمین سے اُٹھا لیا اور دو جھٹکے تو ایسے زور سے دیئے کہ ہماری ہڈی ہڈی ہل گئی مگر بلدیو مہتر جو ہمارا قدیم نمک خوار تھا آپہونچا اور اس نے مس موصوف کو لٹھ مار کر ہمیں ان کے پنجہ سے رہائی دلوا کر گود میں اُٹھا لیا۔ ہم بلدیو کی گود میں تھے اور زور لگاتے تھے اور بھونک رہے تھے ہمارا بس نہ تھا کہ ہم اس جنگ عظیم میں شریک ہو کر موصوفہ سے خراج تحسین حاصل کریں ہمیں مس موصوفہ کی دست درازی سے قطعی شکایت نہ تھی اور دراصل ہم چاہتے تھے کہ اُن سے تعارف حاصل کریں۔ اتنے میں مسٹر شیرا نے اپنے کو چھڑا لیا اور بُری طرح بھاگے اور اُن کے پیچھے سارا مجمع۔ بلدیو ہمارا قدیم نمک خوار تھا اور وہ ہمیں دوڑ کر سڑک پر لے گیا اور ہمارے بنگلہ

کی طرف چھوڑ کر ہمیں خوب ڈانٹا۔ ہم قطعی لوٹ آتے اگر وہ ہمیں سنئیے پتھر نہ مارتا۔

(۵)

صبح ہمارے جوڑوں میں درد تھا کیونکہ مس گرے ہاونڈ نے ہمیں ذرا ضرورت سے زیادہ بے دردی سے جھٹکا تھا۔ برآمدہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہم ایک ہڈی سے شغل کر رہے تھے اور جب اس میں کچھ باقی نہ رہا تو اس کو چھوڑ کر اپنی محبوبہ کے خیال میں مستغرق ہو گئے کچھ فاصلہ پر مولانا ٹینی معہ اپنی بیگمات کے ٹہل رہے تھے کہ ان کی ایک بیگم صاحبہ ہمارے قریب آئیں اور اس بیکار ہڈی کی طرف چلیں۔ جیسا کہ ایک جنٹلمین کو چاہیئے ہم نے نہایت ہی احترام سے ان سے کہا "محترمہ آپ میری ہڈی کو نہ چھوئیں"

مسز ٹینی بولیں: "مگر جناب تو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے"

ہم نے کہا: "اس سے یہاں بحث نہیں۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے"

"افسوس کہ میں نہیں مان سکتی"، مسز ٹینی یہ کہکر ہڈی کی طرف بڑھیں۔

غرّا کر ہم نے کہا "محترمہ پھر آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے بدتمیزی کی واضح ہو کہ اگر آپ ایک معزز لیڈی ہو کر میرے ساتھ ایسا برتاؤ کرینگی تو میں بھی آپ سے ویسا ہی برتاؤ کروں گا اور آپ کی دُم دُم نوچ لونگا۔"

مسز ٹینی بولیں "آپ مجھ سے بدزبانی کرتے ہیں میں "اُن" سے (یعنی مسٹر ٹینی) سے کہدونگی۔"

یہ کہکر وہ ہڈی پر جھپٹ ہی پڑیں، اور ساتھ ہی ہم نے بھی ان پر حملہ کر دیا۔

گُڑگُڑا کر اُنھوں نے ایک چیخ ماری کیونکہ ہم نے ان کی خوبصورت دُم کے ڈونین پر نوچ لیئے تھے۔ مولانا ٹینی آواز سُن کر ہماری طرف لپکے اور سخت ترشروئی سے کہا "شرم نہیں آتی عورتوں پر ہاتھ اُٹھاتے ہو۔ بے غیرت ہو صنفِ نازک کی عزت نہیں کرتے اگر

کچھ غم ہے تو آؤ مردوں سے سامنا کرو۔"

ہم نے غصہ سے کہا "معاف کیجیے۔ مسٹر ٹینی شاید آپ کی شامت آرہی ہے۔ آپ کو اگر لڑنے کا خیال ہے تو سارے خاندان کو بلا لیجیے۔"

مسٹر ٹینی نے اپنی گردن کے زریں بالوں کو پھلا کر اپنی چونچ ہماری ناک کی سیدھ میں کر کے گردن بڑھا کر کہا "پھر مجھ کو مسٹر کہا بندہ آپ سے لڑنے کے لیے تنہا ہی کافی ہے۔ ضرب من نوش کن" یہ کہا اُنھوں نے جھپٹ کر ہمارے منہ پر ایک چوٹ کر ہی تو دی ہم نے بھی غرا کر ان پر حملہ کیا کہ ایک ملازم نے بیچ بچاؤ کر دیا اور ہم رک گئے مسٹر ٹینی نے اکڑ کر بازوؤں سے اپنا سینہ کوٹ کر زور سے ککڑوں کوں کر کے ہم سے کہا "نوکر نے آج تمھیں بچا لیا تو کیا کسی نہ کسی روز اس گستاخی کی پاداش میں تم کو قتل کرونگا۔"

حالانکہ مولانا بہادر تھے اور کئی مرغوں سے جیت چکے تھے مگر ہم آپ سے صحیح عرض کرتے ہیں کہ ہم ان سے قطعی نہ ڈرتے تھے۔ گو کہ وہ قد میں اور طاقت میں شاید ہمارے برابر ہی تھے۔ ہم ان کی اِس

حماقت آمیز بات کا جواب ضرور دیتے کہ ہم نے ایک گلہری کو دیکھ پایا اور اس پر جھپٹ پڑے۔ اس کے بعد ذرا یہاں تک کا رُخ کیا اس نیت سے کہ موقع ہو تو ذرا کوئے جاناں کی سیر ہی رہے

دوپہر کا وقت تھا کہ ہم اپنی محبوبہ کے بنگلے پر پہونچے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو ہماری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مسٹر شیرا اس شوخ ستمگر سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم حملہ آور ہونے ہی کو تھے کہ بندوق کا ایک دھماکا ہوا اور مسٹر لینڈی دردناک آواز سے چیخ مار کر گر پڑے پھر اُٹھ کر گرتے پڑتے بھاگے مگر بھلا زخمی ہو کر کیا بھاگتے اور پھر خود اس نے جس سے یہ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے ان غریب کا گلا دبا دیا اتنے میں مسٹر گرے ہاؤنڈ جو نہرو سینیر اور دوسرے جنٹلمین آگئے اور مسٹر لینڈی کو قتل کرنے میں مشغول ہوئے تھوڑی دیر تو ہم نے صبر سے کام لیا یعنی کھڑے بھونکتے رہے۔ مگر آخر کار رہ نہ رہا گیا اور دوڑے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارا قدیمی نمک خوار یعنی بلا یو مہتر ایک موٹا سا لٹھ

لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ اس نے ہمیں ڈرا کر دور بھگایا اور پھر مسٹر لینڈی کا مارے لاٹھیوں کے سر پھوڑ ڈالا۔ دور سے ہم نے دیکھا کہ گو مسٹر لینڈی کا طائرِ روح پرواز کر چکا تھا مگر وہ نوچے جا رہے تھے۔ بہت جلد بلوہ مہتر نے مسٹر لینڈی کے لاشہ کو ٹانگ پکڑ کر بنگلہ کے احاطہ کے باہر ایک کنارہ ڈال دیا۔

مس گرے ہاونڈ مع دوسرے لیڈیز اور جنٹلمین کے بعد قتل مسٹر لینڈی شاداں و فرحاں دوڑ رہی تھیں ہم نے مناسب خیال کیا کہ ہم بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ سوچ کر ہم آگے بڑھے۔ جیسے ہی ہمیں ان لوگوں نے دیکھا سب کے سب ہم پر حملہ آور ہوئے خود اس معشوقِ رعنا نے ہمارے اوپر حملہ بول دیا اور چشم زدن میں ہماری بھی وہی حالت ہوئی جو مسٹر لینڈی کی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی، یعنی یہ کہ ہم ہوا میں معلق چاروں طرف سے کھینچے جا رہے تھے اس کشمکش میں ہماری زبان پر حضرت سرمد کا یہ شعر جاری تھا ع

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

اور ہم قطعی موت کے لیئے تیار تھے کہ اتنے میں بلدیو مہتر آپہونچا اور اس نے ہماری ٹانگ پکڑکر ان ظالموں سے چھڑایا۔ مگر رقیبان روسیاہ اور وہ معشوق ستمگر چونکہ گرے ہاؤنڈ خاندان سے تعلق رکھتے تھے لہذا سب نے اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر ہمارے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی ہمیں بلدیو مہتر ٹانگ پکڑے اپنے سر سے بھی اونچا لٹکائے ہوئے تھا مگر ہم اُلٹے لٹکے ہونے پر بھی مارے غصہ کے دشمنوں کو للکار رہے تھے۔ مگر ان قد آور رقیبوں نے چاروں طرف سے بلدیو مہتر کے بدن پر اپنے اگلے پنجے ٹیک کر اور کود کود کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ہماری جان حزیں معرض خطر میں پڑ گئی اور مجبوراً بلدیو نے لٹھ پھینک کر اپنا دوسرا ہاتھ بھی خالی کیا اور ہماری دوسری ٹانگ پکڑ کر ہماری جان بچانے کی یہ ترکیب نکالی کہ ہمیں چکر دینا شروع کیا۔ وہ خود چکر کھا رہا تھا اور ہم اُلٹے لٹکے ہوئے گھمائے جا رہے تھے

اور ادھر اُدھر رقیبانِ روسیاہ مع ہماری معشوقہ کے کود کود کر بھونک رہے تھے۔ بلدیو مہتر چلاّ رہا تھا۔ وہ اتنا گھوما کہ اس کو چکر آ گئے اور کئی ملازم ہماری جان بچانے کے لیئے دوڑے مگر جب تک وہ یہاں پہنچیں پہونچیں بلدیو مہتر کے ہاتھوں سے ہماری ٹانگیں چھوٹ گئیں اور ہم دور جا کر گرے خوش قسمتی سے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان لٹھوں سے مسلح ملازم آ گئے تھے اور ہمیں بچنے کا موقع مل گیا ہم دوسرے راستہ سے نکل کر بھاگے اور بھاگتے ہی میں مسٹر لینڈی کی لاش پر نظر پڑی جو ایک کوڑے کے ڈھیر پر پڑی تھی۔ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہم سیدھے اپنے بنگلے کی طرف بھاگے اور دور سے دیکھا کہ بلدیو مہتر کو دوسرے ملازم اُٹھا رہے ہیں۔ اس کو چکر آ گئے تھے۔ دل میں ہم نے کہا کہ ہمارے نمک خواروں میں واقعی بلدیو مہتر بہترین ہی شام کو ہمارے بنگلے پر بلدیو مہتر آیا سیٹی دے کر ہم بُلائے گئے اور وہ ہمارے آقا سے معلوم کیا کہہ گیا کہ ہم فوراً کھونٹے سے باندھ دیئے گئے۔

بند ھے بند ھے ہماری اب یہ حالت تھی کہ ع
گھُٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے
نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے

کیونکہ جب ہم تصور جاناں سے پریشان ہوکر چلاتے تو ملازم آکر ہمیں مارتا غرض ہماری جان ایک مصیبت میں تھی۔ درد ہجر و ہماری فرقت سے رنجور اور پھر طرہ یہ کہ گلو بہ زنجیر۔ کیا بتائیں کہ فرقت کی گھڑیاں کس طرح کٹتی تھیں اور پھر اس پر مصیبت مزید یہ کہ بجائے غمخواری کے مسٹر ٹینی اور ان کی تمام بیگمات تھیں جو دن بھر طرح طرح سے ہمیں دق کرتی تھیں۔ گاہریاں ہمارے چاروں طرف آزادی سے دوڑتی پھرتی تھیں اور میڈم بلی مزے سے ہماری مملکت میں گشت کرتی تھیں۔

وہ دن بھی کیا ہی بھلا معلوم ہوا جب ہفتہ بھر کی قید کے بعد ہم کھولے گئے۔ بڑی تیزی سے اول تو احاطہ بھر میں بنگلہ کے اس سرے سے دوڑے اور اتنے چکر لگائے کہ ہانپ گئے۔ محض جوش میں آکر لور دیجیے

کے لیئے مسٹر ٹینی پر حملہ کر دیا اور تمام گلہریوں کو مجبور کیا کہ درخت پر پناہ لیں۔ اس کے بعد کئی مناسب مقامات پر سونگھ کر بعد تحقیقات پیشاب کیا۔

طبیعت میں بوجہ آزادی کے جو لانیت تھی اور مس گرے ہاؤنڈ کے بنگلے پر جانے کا ہم پروگرام بنا رہے تھے بقول حضرت غالب ہمارا حال یہ تھا ع

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کیئے ہوئے

اس روز کی رقیبوں کی "کاٹ" بالکل بھول گئے۔ القصہ سیدھے مس موصوفہ کے بنگلہ پر پہونچے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی مگر کسی کو نہ پایا۔ مایوسی ہوئی اور گھومتے گھامتے مسٹر لینڈی کی نعش کا معائنہ کرنے کی نیت سے چلے ہمارے یہاں کی تہذیب ہے کہ لاشہ کے قریب کوئی نہیں جاتا ہے مگر وہاں تو اس شہید ناز کی لاش بھی نہ تھی۔ حالانکہ وہ ہمارے رقیب تھے مگر اس امر سے ہم ہرگز انکار نہ کرسکتے تھے کہ راہِ عشق میں

انھوں نے ثابت قدمی سے کام لیا اور وہ تمام جوہر دکھائے جن کی وجہ سے ہماری نیک قوم مشہور رہی۔

ہم سونگھتے ہوئے آخر اس مقام پر پہونچے جہاں مسٹر لینڈی کی لاش پڑی تھی۔ اس شہید مرد کے مرقد کی طرف ہم نے دیکھا اور تمام فلسفۂ عشق ہمارے دماغ میں تازہ ہوگیا۔ ہمارے دل میں بیشاب اس رقیب کی عزت تھی اور ہم نے دعا مانگی کہ الٰہی تو ہم کو بھی ایسی ہی نیت دے۔

بالآخر ہم اس کشتۂ جفا کے مرقد پر نہایت ہی احترام سے پیشاب کرکے رخصت ہوئے۔

واپسی سے پہلے ہم نے چاہا کہ ایک مرتبہ اور دیکھ لیں کہ مس گرے کا وفور ہیں بھی یا نہیں کہ اتنے میں بلڈ یو مہتر نے ہمیں دیکھ پایا۔ ہم اپنے قدیم نمک خوار کے پاس دوڑ کر پہونچے اس نے ہمیں گود میں اُٹھا لیا اور ایک زنجیر سے باندھ کر جو ایک ہنٹر سے ہمیں مارنا شروع کیا تو بس لٹا دیا

غرض اتنا مارا کہ بے حال کر دیا مگر ہم ؏

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

سب برداشت کیا کئے۔ بعد مرمت بسیار وہ سیدھا ہمیں لیکر ہمارے بنگلہ پر پہونچا۔ یہاں ہماری تلاش پیشتر ہی سے ہو رہی تھی یہاں آکر پھر ہمارے آقا صاحب نے ہماری مرمت شروع کی اور وہ بھی اس بُری طرح کہ باید و شاید۔

ابھی ابھی پٹ کر آرہے ہیں اور کم از کم فی الحال تو مس گربہ اور نہ کے خیال ہی سے روح کانپ رہی ہے۔ مگر آئندہ......"

ہمارے مہمان

آج ہمارے بنگلے میں بڑی گڑبڑی ہو رہی تھی۔ اس وجہ سے کہ ایک بڑی سی بیل گاڑی آئی اور اس میں سے بہت سے لوگ اُترے اُترنے والوں میں بکرے بکریاں مرغے وغیرہ تھے۔ ہم نے اصولاً ان مہمانوں پر فوراً بھونکنا شروع کیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اگر کہیں ملازم ہمیں روک نہ لیتے تو ہم کسی نہ کسی کے ضرور کاٹ کھاتے۔ جب ہم نے دیکھا کہ کوئی موقع نہیں کہ کسی کے کاٹا جاسکے یا کسی پر کافی بھونکا جاسکے تو ہم چلے گئے کہ دوپہر کو ان لوگوں سے ملاقات کریں گے۔

(۱)

دوپہر کو ایک پیر مرد اصطبل کے سامنے ٹہل رہے تھے وضع قطع سے باوضع اور متشرع معلوم دیتے تھے سیاہ رنگ تھا اور بہت عمدہ گھومے ہوئے سینگ تھے۔ اور خدا جھوٹ نہ بلائے آدھ بالشت کی

داڑھی تھی۔ ہم ان کے پاس پہونچے تو انھوں نے گردن نیچی کر کے سر کی ٹکر سامنے کی مگر چونکہ ہم مصالحت کی نیت سے گئے تھے۔ لہذا ہم نے اُن سے کہا "کیا میں اپنے نووارد دوست کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

خاکسار کو نواب بکرالدولہ بکرالملک کہتے ہیں۔ یہ کہکر بق بق کرکے وہ ایک دم سے ہماری طرف دو قدم بڑھ کر گردن ٹیڑھی کر کے اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑے ہو گئے ہم ایک دم سے اُچک کر علحدہ ہو گئے۔ اور ہم نے کہا:-

"واہ نواب صاحب یہ کونسی تہذیب ہے؟"

نواب صاحب نے کہا "جی" اور یہ کہکر پھر وہی بق بق کر کے کھڑے ہو گئے۔

ہم نے کہا "آپ سخت بد تہذیب ہیں" اور یہ کہکر ہم چلے کہ وہ ہمارے اوپر حملہ آور ہوئے۔ اور ہم بال بال ان کی خطرناک ٹکر سے بچے۔ ہم نے دل میں کہا کہ یہ شخص بھی سخت مغرور ہے۔ ہم باغ کی طرف

جا رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک زبردست مرغ صاحب نے ایک سیاہ بکری کے بچے کو الٹیمیٹم دے رکھا ہے۔ بکری کے صاحبزادے صاحب جو بکرالدولہ کے شاید لختِ جگر تھے۔ بالکل نوعمر تھے۔ اور وہ بڑے زور سے گردن جھکائے ٹکرتانے کھڑے تھے۔ اور سامنے ہمارے نووارد مرغ صاحب گردن پھلائے کھڑے تھے۔ ہم پہونچے اور ہم نے کہا یہ کیا معاملہ ہے۔ کیوں خواہ مخواہ آپ لوگ لڑتے ہیں۔ مرغ صاحب علیحدہ ہوگئے اور کہنے لگے "خواہ مخواہ مجھ سے یہ جنگ مول لیتے ہیں!" ہم نے بکری کے بچے سے کہا: "میاں صاحبزادے آپ کا نام کیا ہے؟"

"میرا نام ماسٹر کِڈ MASTER KID ہے"

"آپ نواب صاحب کے صاحبزادے ہیں" ہم نے پوچھا۔

"جی ہاں" ماسٹر کڈ نے کہا۔

"جناب کا اسم گرامی؟" ہم نے نووارد مُرغ سے پوچھا۔

مرغ صاحب بولے "خاکسار کو سرڈی کاک یا 'ڈی کاک' کہتے ہیں"

اچھا! تو آپ نائٹ ہیں یعنی سر کا خطاب رکھتے ہیں،" ہم نے تعریف کے طور پر کہا۔ جناب کی مسٹر ٹینی یعنی مولانا ٹینی سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟"

ابھی تو کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ مگر میرا ارادہ ہے کہ اُن سے لڑوں اور جلد لڑکر ان کی تمام بیگمات حاصل کرلوں۔" اتنے میں ماسٹر کڈ اپنے باپ کی طرح ٹک ٹک کرکے دو پیروں سے کھڑے ہوگئے۔ سر ڈی کاک چونک پڑے اور ہم نے پرے ہٹ کر کہا۔ "تم بڑے بدتمیز اور نالائق لڑکے ہو بڑوں کا لحاظ نہیں کرتے۔" انھوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے پھر وہی بدتمیزی کی تو ہم نے کہا کہ "اگر تم نہ مانوگے تو ہم تمھیں کاٹ کھائیں گے۔" ماسٹر کڈ نے اکڑ کر تان کر کہا "میں والد صاحب قبلہ سے کہدوں گا۔" اور یہ کہکر پھر وہی نالائق حرکت کی۔ ہم نے مجبورًا دوڑ کر اُن کی ٹانگ آہستہ سے پکڑکر فورًا چھوڑ دی۔ ہائے توبہ کرکے وہ بُری طرح بھاگے۔ اور ہم اُن کے پیچھے دوڑے ایک ملازم نے ہمیں ڈانٹا۔ اور ہم فورًا پکڑکر باغ میں باندھ دیئے گئے۔

(۲)

ہم بندھے بندھے سو گئے کہ ہمارے کان پر کسی نے چوں چوں ماری ہم نے اُسی طرح پڑے پڑے آنکھ کھول کر دیکھا۔ تو کئی مرغی کے بچوں کو اپنے پاس ٹہلتے ہوئے پایا۔ ایک کڑک بیگم بھی کھڑی تھیں۔ ہم جمائی لیکر اُٹھے تو مرغی کے بچے ہمیں تعجب اور ڈر سے لمبی لمبی گردنیں کر کے دیکھنے لگے۔ کڑک بیگم بھی قریب آگئیں۔ ہم نے نہایت احترام کے ساتھ ان سے یوں گفتگو کی "کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ محترمہ آپ کا نام کیا ہے۔ اور یہ کہ قریب ڈیڑھ درجن کے لختِ جگر کس کے ہیں؟"

"میں لیڈی کاک ہوں اور یہ کل بچے سرڈی کاکسا کے اور میرے ہیں"

"اچھا" ہم نے نہایت تہذیب سے کہا "آپ مسز کاک ہیں؟"

"جی نہیں" اُنھوں نے جھلا کر کہا۔ مسز کاک نہیں بلکہ لیڈی

کاک"

"اوہ معاف کیجئے گا لیڈی کاک۔ لیڈی کاک" ہم نے سر ہلا کہا۔

اتنے میں ہمارے قدیمی دوست مسٹر ٹینی ایک دم لیڈی کاک پر حملہ آور ہوئے اور انھیں سارے باغ میں "کھدیڑ" مارا۔ وہ بہت جلدی مع اپنے بچوں کے بھاگ گئیں مسٹر ٹینی ہمارے پاس آ گئے اور آتے ہی بولے "مسٹر ثامی! ایک نالائق مرغا آیا ہے"

"جی ہاں سر ڈیمی کاک آئے ہیں۔ کیا آپ کی اُن سے کوئی لڑائی ہوئی"

"ہاں یوں ہی معمولی سی ہوئی کہ نوکروں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ میں اب تاک میں ہوں۔ لیڈی کاک تم سے کیا کہہ رہی تھیں"

"کچھ نہیں یوں ہی باتیں ہو رہی تھیں"

مسٹر ٹینی بولے "واللہ ہیں بہت حسین"

اتنے میں مسٹر ٹینی کی ایک کڑک بیگم آگئیں۔ مسٹر ٹینی تو ان پر

فدا ہی تھے۔ فوراً ان کے پیچھے دوڑے اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو یہ مصرع پڑھ رہے تھے۔ ع

بگیرم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

ہم نے اُن کی زندہ ولی کی وجہ دریافت کرتے ہوئے کہا کہ "آخر آپ کڑک ہو جانے پر کیوں اپنی بیگمات کی طرف خاص التفات کرتے ہیں"

اس کا جواب وہ دینے ہی کو تھے کہ سرڈی کاک کے جنگی نعرے نے انھیں مخاطب کیا۔ مسٹر ٹینی نے بھی نعرہ مارا۔ اور تھوڑی دیر میں دونوں میں خطرناک جنگ شروع ہو گئی دونوں برابر کی چوٹ لڑ رہے تھے کہ ایک ملازم دوڑ پڑا اور اس نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ مسٹر ٹینی دوسری طرف بھگا دیے گئے اور سرڈی کاک بانگ دیتے ہوئے ہماری طرف آ نکلے۔ باتوں ہی باتوں میں کہنے لگے کہ "یہاں اور کوئی کتا نہیں ہے"

ہم نے کہا یہاں تو بندہ ہی واحد مالک ہے"

ڈی کاک نے کہا "شام تک شاید مسٹر ایل وہائٹ آجائیں گے وہ تو ہماری گاڑی کے ساتھ ہی آجاتے مگر ضرور تار وک لیئے گئے شام تک ضرور آجائیں گے۔"

ہمیں یہ معلوم کرکے غصہ آیا کہ کوئی دوسرا کتا بھی ہمارے یہاں آرہا ہے۔ اور وہ بھی لینڈی خاندان کا۔ ہم نے طے کرلیا کہ ہم انھیں ضرور مار ڈالیں گے۔ مسٹر ڈی کاک نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے کہا "مسٹر ٹامی...... آپ کا اسم گرامی یہی ہے نا مجھ سے مسٹر ٹینی نے کہا جن کو اب میں نے مسٹر ٹینی سے چھین لیا ہے اور وہ بھی قریب ہی کھڑی تھیں۔"

میں نے کہا "جی ہاں مجھے ٹامی فاکسٹیریر وہائٹ کہتے ہیں۔"

"بہت خوب" ڈی کاک بولے "آپ کا بندھے بندھے جی نہیں گھبراتا"

"گھبراتا کیوں نہیں ہے۔ مگر کیا کروں۔"

"آپ کو کیوں باندھ دیا گیا ہے۔" ڈی کاک نے پوچھا۔

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر، ہم نے دل میں کہا پھر مسٹر ڈی کاک سے بولے:۔

"جی کیا بتاؤں۔ اسی خیال سے باندھ دیا ہے کہ کہیں آپ نوادر دین میں سے کسی کو کاٹ واٹ نہ کھاؤں۔ معاف کیجیے گا۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں سوائے آپ کے کوئی معقول شخص بھی نہیں معلوم ہوتا۔"

"یہ تو آپ صحیح کہتے ہیں" ڈی کاک نے کہا "دیکھئے نہ ماسٹر کڈ خواہ مخواہ مجھ سے لڑ رہے تھے۔ سخت بدتمیز لڑکا ہے۔"

ہم نے کہا "اُن کے والد صاحب مسٹر گوٹ بھی بداخلاق ہیں۔"

ڈی کاک نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے کہا آپ کا جی گھبراتا ہو تو میں آپ کو رہائی نہ دلوا دوں۔"

"وہ کس طرح؟" ہم نے کہا۔

"زنجیر کاٹ دونگا" ڈی کاک بولے "یا کھونٹا اکھاڑ دونگا۔"

ہم نے متعجب ہو کر کہا۔ بھلا آپ زنجیر کیسے کاٹ دیں گے؟"
ڈی کاک نے کہا" زنجیر پر ٹھونگ مار کر"
ہم نے کہا" آپ کو مغالطہ ہے جناب ذرا زنجیر تو دیکھئے کہیں آپ کی چونچ ہی نہ لگ جائے"
ڈی کاک نے غور سے جھک کر زنجیر کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولے" کچھ مشکل تو نہیں ہے کیونکہ میری چونچ بہت سخت ہے"
آپ کو تعجب ہو گا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک خربوزہ میں چونچ ماردی تھی۔ تو خدا جھوٹ نہ بلائے پوری کی پوری اس میں پیوست ہو گئی تھی"
ہم نے ڈی کاک سے کہا" واللہ آپ بھی کمال کرتے ہیں کہاں خربوزہ اور کہاں لوہا"
عرض کرتا ہوں نا" ڈی کاک نے کہا" خاکسار کی چونچ کے آگے لوہا کوئی چیز نہیں اور پھر آپ کو رہائی حاصل کرنے سے مطلب۔ بالفرض اگر زنجیر مجھ سے نہ بھی ٹوٹی تو کھونٹا تو میں توڑ ہی دوں

لاتوں میں اُکھاڑ دونگا!!

ہم نے کہا: "شکریہ۔ بسم اللہ۔ زنجیر توڑ دیجئے۔ مگر پھر یہ نہ کہئے گا کہ خواہ مخواہ تیری وجہ سے میرے چوٹ لگ گئی!!

ڈی کاک مسکرائے اور کہنے لگے: "آپ کو تعجب ہوگا۔ والد صاحب قبلہ کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

ہم نے کہا "کیسے؟"

"یہ تو لوہا ہے۔ والد صاحب ایک مرتبہ کہیں ایک سونے کی زنجیر پا گئے۔ جو آٹے میں لتھڑی ہوئی تھی چنانچہ جھٹک جھٹکا کر توڑ کر اس کو کھا گئے۔ مگر آپ خود خیال کیجئے۔ کہ طاقتور شخص زنجیر کو جب جھٹکے تو کیا حال ہوگا۔ اس میں سچے موتی وغیرہ لگے تھے وہ جھٹکوں سے ٹوٹ گئے۔ مالک تھا نالائق۔ وہ ان کے پیچھے دوڑا اور اُن کو پکڑ کر خواہ مخواہ ذبح کر کے زنجیر نکال لی۔ آدمی بھی کس قدر ذلیل ہوتے ہیں کہ ایک ذرا سی زنجیر کے پیچھے ان کے سے طاقتور اور شہزور مرغ کی جان لے لی!!

ہم نے کہا" وہ بات اور رہی۔ اور یہ زنجیر اور رہی۔ خیر میں بہت مشکور ہوں گا۔ اگر جناب اس آہنی زنجیر کو اپنی فولاد شکن ٹھونگ سے کاٹ دیں۔"

ڈی کاک نے اپنی چونچ سے زنجیر کو ذرا ہلا کر دیکھا۔ اور مسکرا کر بولے" پھر کاٹے دیتا ہوں۔"

ہم نے کہا" بسم اللہ۔"

ڈی کاک نے اپنی چونچ زمین پر گھسا کر زنجیر پر زور سے ماری کچھ خفیف سے ہوئے تو جوش میں آکر بڑے زور سے دو تین چونچیں اس زور سے کس کر دیں کہ چونچ جھلا گئی۔ تو غصہ میں آکر زنجیر کی طرف اس طرح گردن ہلا کر دیکھنے لگے جیسے کہ کسی دوسرے مرغ سے لڑتے ہیں۔ اور خوب اچک اچک کر ٹھونگیں لگانی شروع کیں شاید ان کی چونچ زنجیر کی کڑی کے کسی حلقہ میں پڑ کر زمین پر لگی جو وہ سمجھے کہ میری چونچ فولاد کے پار ہو کر زمین میں در آئی۔ چنانچہ فوراً ہی ہماری طرف مسکرا کر بولے" تسلیم، لیجئے زنجیر کٹ گئی۔"

ہم نے ہنس کر کہا "جناب کہاں کٹ گئی؟"

"یہ دیکھیئے!" ڈی کاک نے زنجیر کی کڑی کے سوراخ کو بتا کر کہا۔ "بس ذرا سی رہ گئی ہے آپ ایک جھٹکا دیں اور الگ ہو جائے گی"

ہم نے کہا۔ "واہ جناب ایسے سوراخ تو ساری زنجیر میں ہیں۔ یہ دیکھیئے شروع سے آخیر تک ایسی ہی ہے"

ڈی کاک برا مان کر بولے "جناب آپ غلط کہتے ہیں میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میری چونچ فولاد کو کاٹ کر زمین میں در آئی اور یہ زنجیر یہاں سے کٹ کر تھوڑی سی رہ گئی ہے آپ جھٹکا تو دیں"

ہم نے بیوقوفی میں آکر کئی زور زور سے جھٹکے دیئے۔ اور وہ بھی ایسے کہ پھانسی کے مزے آ گئے۔ ڈی کاک نے مسکرا کر ہم سے کہا "مسٹر ٹامی معاف کیجیئے گا آپ میں کچھ طاقت نہیں ہے۔ اے کاش کہ میری ٹانگ اس زنجیر میں بندھی ہوتی تو میں آپ کو دکھاتا کہ زنجیر کیسے توڑتے ہیں۔ افسوس میں اس سے زیادہ زنجیر نہیں کاٹ سکتا۔ کیونکہ باریک کناروں پر میری چونچ کام نہیں کر سکتی۔ اگر آپ کہیں

تو پھر کھونٹا اکھیڑ دوں"

ہم نے کہا، "جناب من! کھونٹا ضرورت سے زیادہ مضبوط گڑا ہے۔ اس کھونٹے میں مسٹر بیل بندھتے تھے۔ وہ دیکھئے پرانی رسی کے ٹکڑے کھونٹے کے سرے سے اب تک لٹکے ہوئے ہیں"

ڈی کاک مسکرا کر بولے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃ بھلا بیل میں بھی طاقت ہوتی ہے؟ وہ تو مٹی کے تودہ کی طرح بوجھ لادھ سکتے ہیں"

ہم نے کہا، "آپ تو خود بیل گاڑی پر بیٹھ کر آئے ہیں طاقت نہیں تو اتنی بیل گاڑی کو یوں ہی کھینچتا ہے"

ڈی کاک مسکرائے اور کہنے لگے "مسٹر شامی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نہ تو جرثقیل کا علم جانتے ہیں اور نہ علم الحرکات یعنی (ڈائنامکس (Dynamics) جانتے ہیں۔ ابھی حضرت اس میں تو دو پہیئے لگے ہوئے ہیں اس وجہ سے گاڑی چلتی ہے۔ میں تو میں اگر اس میں آپ کا سا کمزور شخص بھی جوت دیا جائے تو سیکڑوں من بوجھ لاد کر گھسیٹے پھرے"

ہم چونکہ ان علوم کو نہ جانتے تھے لہذا ہم نے ڈی کاک کے سائنٹفک اصولوں کو تسلیم کرکے کہا کہ "اچھا کھونٹا اُکھیڑ دیجیے"۔

ڈی کاک نے کھونٹے کے سامنے آکر اس طرح گردن پھلائی جیسے کوئی دوسرا مرغ سامنے کھڑا ہو۔ اور اُچھل کر زور سے کھونٹے پر لات ماری۔ لات مار کر اُنھوں نے کھونٹے کے پاس جاکر دیکھا۔ اور اس میں ایک آر سے پار سوراخ کو دیکھا جو پیشتر سے تھا۔ اور جس میں سے رسی نکل کر گئی تھی اُسے دیکھ کر ہماری طرف مُسکرائے اور کہنے لگے "اب اس کو میں کیا کروں"۔

ہم نے سوراخ کو دیکھ کر کہا "کیا ہوا؟"

"اُس کی لکڑی اتنی بودی ہے کہ میرا خار اُس پار نکل گیا اگر یہ لوہے کا ہوتا۔ یا لکڑی مضبوط ہوتی تو گر جاتا"۔

ہم نے کہا "قبلہ یہ سوراخ تو پہلے ہی سے تھا۔ دیکھیے نا اس میں سے رسی ہو کر گئی ہے"۔

ڈی کاک نے بُرا مان کر کہا۔ آپ بھی خواہ مخواہ غصہ دلاتے ہیں

گویا میں چھوٹا ہوں۔ ابھی حضرت رسّی بھی میرے خار کے ساتھ ساتھ گئی ہے۔ میں نے خود محسوس کیا تھا۔ خیر میں اب کی مرتبہ خار کو بچا کر لات مارونگا۔"

یہ کہکر انھوں نے پھر اسی طرح لات ماری۔ اور جب کچھ نہ ہوا تو دو تین لاتیں تڑا تڑ خوب پھڑ پھڑا کر ماریں کہ ان کا خار رسّی میں اٹک گیا اور وہ لٹک کر پھڑ پھڑائے اور زور مار کر اوندھے گرے لیکن فوراً اُٹھ کر اُنھوں نے ایک لات اور ماری۔ اور پھر اپنے داہنے پر سے اپنی داہنی ٹانگ کو کھجا کر کڑ کڑا کر کے گھوم کر کھونٹے پر آکر ایک چونچ ماری۔ اور ہماری طرف دیکھ کر کہا:" اب کھونٹا جگہ سے ہل گیا ہے۔ بس دو ایک لاتوں کا اور ہے۔ وہ تو لکڑی کمزور ہے اور کچھ اونچا زیادہ ہے ورنہ کبھی کا اُکھاڑ چکا ہوتا۔"

ہم نے ڈی کاک سے کہا:" آپ خواہ مخواہ تکلیف کر رہے ہیں۔ آپ کی لاتوں سے اوپر کی رسّی کھل کر پھول گئی ہے۔ آپ کا پیر ایک مرتبہ پھنس چکا ہے۔ اگر کہیں بری طرح پھنس گیا تو لٹکے کے لٹکے

رہ جائیں گے۔"

مگر ڈی کاک نے ایک نہ سُنی: وہ مسٹر ٹینی کی بیگمات پر جن میں سے چند اُن کے قبضے میں تھیں۔ اور قریب ہی تھیں، اپنی طاقت کا سکہ بٹھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ لاتیں مارنے لگے۔ دس پانچ لاتیں ہی ماری تھیں کہ ہمارا کہنا سچ ہوا کہ اُن کا داہنا پاؤں رسی میں اس طرح اُلجھ گیا کہ وہ اُلٹے لٹک کر پھڑپھڑانے لگے۔ جتنا زور مارا اتنا ہی اور پیر اُلجھ گیا۔ زور کرتے کرتے وہ تھک گئے تو اُلٹے لٹکے ہانپنے لگے۔ ہم نے کہا کہ: "حضرت ہم نہ کہتے تھے کہ یہ رسّی مضبوط ہے آپ پھنس جائیں گے۔ لائیے اب ہم اس کو کاٹ دیں۔"

"نہیں نہیں"، ڈی کاک گھبرا کر بولے: "مجھے لٹکا رہنے دیجیے مجھے آپ پر بھروسہ نہیں۔ آپ مجھے ضرور کاٹ کھائیں گے۔"

ہم نے کہا: "جناب ہم ایسے شخص نہیں جو ایک دوست کے اس طرح کاٹ کھائیں۔"

"جی نہیں،" ڈی کاک نے کہا: "ورنہ میں پھر چونچ سے آپ کی

آنکھ پھوڑ دوں گا۔"

اتنے میں مسٹر ٹینی آ گئے اور ایک نائٹ کو یوں لٹکا دیکھ کر فوراً حملہ آور ہوئے۔ مسٹر ٹینی نے سر ڈی کاک کو اس بُری طرح مارنا شروع کیا کہ ان کو خوم خون کر دیا۔ ہم نے مسٹر ٹینی سے ڈی کاک کی سفارش کی تو مسٹر ٹینی نے کہا کہ بھئی تم نہ بولو۔" ڈی کاک سے بھی ہم سے بہادری سے کہا "تم رہنے دو۔" نتیجہ یہ ہوا کہ ڈی کاک کی ساری گردن مسٹر ٹینی نے بُری طرح زخمی کر دی۔ ڈی کاک کی خوش قسمتی سے ایک ملازم آ گیا۔ اور اس نے ڈی کاک کو چھڑایا۔ وہ ان کو گود میں پکڑ کر لے گیا۔ اور مسٹر ٹینی اپنی بیگمات کو لے کر مزے سے باغ میں گلگشت کرنے لگے۔

(۴)

ہم اکیلے بندھے ہوئے تھے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ نواب بکرالدولہ اور ماسٹر کڈ چلے آ رہے ہیں۔ ماسٹر کڈ نے آتے ہی ایک عمدہ سے گملے کے درخت کی کونپلیں چکھنا شروع کیں اور خود نواب صاحب بھی

کچھ فاصلہ پر ایک پھول کی بیل خراب کرنے لگے ہم نے ماسٹر کڈ کو پکار کر کہا: "اس گملہ کو کیوں خراب کرتے ہو"

ماسٹر کڈ خفا ہو کر ہمارے پاس ٹاکرتا ان کرآئے اور "مٹک مٹک" کرکے دونوں پیروں سے کھڑے ہو کر ہماری طرف ٹکر کر کے کہنے لگے "ابے کتے لینڈی کے نیچے تو کون؟"

ہم نے غصہ ہو کر کہا: "نالائق ناخلف تو سخت بدتہذیبی کرتا ہے معلوم ہوتا ہے جلد ذبح ہوگا"

ماسٹر کڈ نے کہا کہ "پھر بلاؤں والد صاحب قبلہ کو؟"

اتنے میں مسٹر گوٹ خود آگئے۔ ہم نے اُن سے کہا "مسٹر گوٹ یہ آپ کے صاحبزادے بڑوں کا قطعی ادب نہیں کرتے معاف کیجئے گا۔ یہ تو سوسائٹی میں شریک ہونے کے لائق نہیں"

نواب صاحب اس وقت نہایت ہی تہذیب سے بولے "میرا خود ارادہ ہو رہا ہے کہ انھیں علیگڈھ بھجوا دوں سُنا ہے کہ اب لڑکوں کی طرف خاص توجہ کی جا رہی ہے"

ہم نے کہا، ہاں آپ ضرور بھجوا دیجئے۔

نواب صاحب بولے وہاں دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے میرا ارادہ ہے کہ انہیں عربی اور قرات بھی سکھائی جائے تاکہ سوٹ بوٹ کے ساتھ مذہب کو بھی نہ بھولیں اور نیک اور متشرع بن جائیں۔

"ہم وہاں نہیں جائیں گے" یہ کہہ کر ماسٹر کڈ نے ٹک ٹک کر کے گردن ٹیڑھی کر کے دو پیر سے کھڑے ہو کر ہمارے اوپر حملہ سا کیا۔ ہم چونک کر ذرا علحٰدہ ہو گئے۔ اور ہم نے کہا "یہ دیکھیئے ان کی بدتمیزی۔"

بجائے اس کے مسٹر گوٹ کچھ جواب دیں۔ وہ خود "بق بق" کر کے اسی طرح ہمارے اوپر دو ٹانگوں سے کھڑے ہو کر جھاک کر آئے۔

ہم بندھے ہوئے تھے اور ہم نے بھونک کر اُن سے کہا "آپ دونوں سخت بدتمیز ہیں۔ مگر نواب صاحب اور بھی مسکرا مسکرا کر اسی طرح بق بق کر کے ہمارے اوپر جھکنے لگے۔ ہم ذرا گھبرائے کیونکہ باپ بیٹے دونوں یہی کر رہے تھے۔ اور ہمارے قریب تر آ جاتے تھے۔ ہماری

زنجیر میں قطعی گنجایش نہ تھی اور ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں ہمارے لگ نہ جائے لہذا ہم نے چلا کر کہا "واللہ میں کاٹ کھاؤں گا" لیکن وہ بھلا کاہے کو ماننے تھے۔ وہ اور قریب پہونچے جب ہم نے دیکھا کہ یہ نہیں مانتے تو ہم نے ایک مرتبہ تاک کر جیسے ہی ان کا سر نیچے آیا جھپٹ کر ان کی ناک میں کاٹ کھایا۔ نواب صاحب تڑپ کے مع اپنے نالایق بیٹے کے ایسے بھاگے کہ پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔"

* * * *

تیسرے پہر کو ہم نے دیکھا کہ پھاٹک سے ایک آدمی داخل ہوا اس کے ساتھ زنجیر میں بندھے ہوئے مسٹر لینڈی تھے ان کا سفید رنگ تھا۔ اور بڑے قوی الجثہ تھے۔ دُم بڑی شان سے کھڑی کئے ہوئے تھے۔ یہ وہی مسٹر لینڈی وہانٹ تھے جن کا ذکر ہم سے مسز ڈی کاک نے کیا تھا۔ ہم کیا بتائیں اُن کو دیکھ کر ہمارا کیا حال ہوا۔ مارے غصے کے ہمارے منہ سے جھاگ نکلنے لگے اور ہم زور لگا رہے تھے کہ مسٹر لینڈی نے ہمیں دیکھا لیکن ہم سے

لڑنے کی اُنھوں نے بالکل بیتابی ظاہر کی محض ہماری طرف آنا چاہا کہ ان کو آدمی نے اپنی طرف گھسیٹ لیا اور نہ آنے دیا۔ تھوڑی دیر میں ہمارے مالک نکل کر آئے اور مسٹر لینڈی سے تعارف کرانے کے لیئے ہم بُلائے گئے۔ ہمارا غصہ کے مارے برا حال تھا۔ اور ہم مسٹر لینڈی پر جھپٹے پڑ رہے تھے۔ مگر ہم بار بار ڈانٹے گئے اور مسٹر لینڈی کے قریب تر کیئے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم اور لینڈی دونوں چھوڑ دیئے گئے۔ اور ہم فوراً مسٹر لینڈی سے بس کُتھ ہی تو گئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ہمیں اتفاقیہ دے مارا۔ مگر ہم نے اُن کی ناک میں کاٹ لیا کہ اتنے میں ہم دونوں اچھی طرح مارے گئے اور پھر ایک جگہ کیئے گئے تھوڑا سا غرانے اور خفا ہونے کے بعد ہمارا جوش ڈانٹ ڈپٹ سے ٹھنڈا ہوا۔ اور پھر مسٹر لینڈی نے بھی کچھ مصالحت آمیز نظروں سے ہمیں دیکھا۔ رات کو کھانے پر کچھ تھوڑی بہت بدمزگی ہو گئی۔ کیونکہ ہم نے ڈانٹ کر اُن سے ایک ہڈی چھین لی۔ مگر اُنھوں نے کچھ زیادہ مزاحمت بھی نہ کی

رات کو پھر ایک خفیف سی جھپٹ ہوئی۔ اور معاملہ قطعی کھنچ جاتا گر کہیں میڈم بلی نہ نظر پڑ جاتیں بمسٹر لینڈی اور ہم نے بلی کو بُری طرح گھیرا اور قتل کرتے کرتے چھوڑا۔ اس واقعہ کے بعد رات کو مسٹر لینڈی سے مفصل گفتگو ہوتی رہی بنگلہ کی خصوصیات مثلاً گلہریوں چوہوں اور چھچھوندروں کا کچھ ذکر ہوتا رہا۔ پھر میڈم بلی کے قتل کی کچھ سازش ہوئی۔ اور بعد میں کچھ کھانوں کا تذکرہ رہا۔

(۳)

ہم پھر باندھ دیئے گئے بمسٹر لینڈی بھی کسی دوسری جگہ بندھے تھے۔ ہم ناشتہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایک سفید اور سیاہ رنگ کی بکری کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہم سمجھ گئے کہ نواب بکرالدولہ صاحب کی بیگم ہوں گی۔ ہمارے قریب آئیں اور ترشروئی سے ہم سے کہا "کیا آپ ہی مسٹر ٹامی ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا نام ٹامی فاکسٹیریر ہے۔ میں شاید قابل احترام اور محترم خاتون نواب بیگم صاحبہ سے ہم کلام ہونے کا فخر حاصل

کر رہا ہوں۔"

"جی ہاں"۔ اُنھوں نے کہا۔ "مسٹر ٹامی مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ نے نواب صاحب بہادر کی ناک میں کاٹ کھایا۔ اور مسٹر کِڈ کو بھی پریشان کیا۔"

اتنے میں ماسٹر کِڈ دوڑتے ہوئے آئے اور اسی طرح مک مک کر کے ٹکر تان کر ہماری طرف کھڑے ہو کر بولے مامایہی مسٹر ٹامی ہیں جنھوں نے والد صاحب قبلہ کی ناک میں کل کاٹ کھایا۔"

"یہ دیکھیے" ہم نے کہا "بیگم صاحبہ پھر ماسٹر کِڈ وہی حرکت کر رہے ہیں بیشک میں نے نواب صاحب کے کاٹ کھایا۔ کیونکہ میرے اوپر حملہ کر رہے تھے۔"

بیگم صاحبہ کچھ خفا ہو کر بولیں "مسٹر ٹامی واضح رہے کہ آپ ہم لوگوں کی حفاظت اور نگرانی اور خدمت کے لیئے ہیں۔ اور ایک ملازم کو آقا کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ زیبا نہیں۔"

ہم نے جل کر کہا۔ محترمہ آپ غلطی پر ہیں۔ خاکسار کسی کا ملازم

نہیں نواب صاحب یا ماسٹر کِٹذا اگر میرے ساتھ بدتمیزی کریں گے تو میں ان کو اسی طرح سزا دونگا۔"

"بدتمیز کتے!" یہ کہکر بیگم صاحبہ نے ہمارے اوپر حملہ کردیا اور اگر کہیں وار خالی نہ جائے تو شاید ہمارا خاتمہ ہی تھا۔ مگر ہم بچنے کے لئے کودے تو وہ زنجیر میں اُلجھ کر گریں ہم نے فوراً دَوڑ کر ان کا گلا دبایا وہ بھلا کیا دبتا۔ مگر ہمارے تیز دانت ضرور ان کے لگے! اور انھیں ذبح ہونے کا لطف ہی تو آگیا۔ ایک دم سے "میں" کرکے وہ چیخیں اور تڑپ کر اُٹھیں۔ تو ہم نے ٹانگ لی۔ وہ ٹانگ چھڑا کر مع اپنے بدتمیز لڑکے کے ایسی بھاگیں کہ پھر نہ لوٹیں۔

یہ مختصر تفصیل ہی ہمارے ان مہمانوں کی جو ہمارے یہاں آئے اب ہم ان کا تذکرہ موقع بموقع کریں گے۔

موٹر سائیکل

مسٹر لینڈی وہائٹ درا صل مرد معقول نکلے۔ باوجود لینڈی خاندان کے ہونے کے صابر متحمل۔ بردبار۔ خوش مذاق اور ایک حد تک سیر چشم اور بامروت تھے۔ قریب قریب ہر بات میں ہماری مان جاتے اور پھر کھانے پینے کے معاملہ میں ہماری ڈانٹ اور جھڑکیاں سہہ لیتے اور درا صل یہی بات ان کے کیریکٹر میں ایسی تھی جس کو ہم بے حد پسند کرتے تھے۔ پھر علاوہ ان خوبیوں کے کھیل کود کے بھی شایق تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم اُن کے ساتھ باغ میں گلہریاں پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے کہ مسٹر ٹینی ہمارے پاس آئیں اور انھوں نے ہم سے کہا کہ "آج ایک بڑی زبردست اور معرکہ خیز جنگ ہو رہی ہے"

ہم نے کہا "ای معزز لیڈی کیا تمھارے ذی وقار شوہر اور اُس جری سورما یعنی مرڈی کاک میں جنگ کا نقشہ کھچا ہوا ہے؟"

مسز ٹینی بولیں "جی نہیں بلکہ ڈی کاک بالکل ایک نئے دشمن سے لڑ رہے ہیں۔"

"وہ کہاں ہے اور کیسے جنگ کی نوبت پہونچی؟"

بیگم بولیں "دراصل کمرہ کا تمام اسباب نکال کر باہر دھوپ میں ڈالا گیا ہے اور ہم سب لوگوں کو ڈی کاک نے جھینگا کھانے کی دعوت دی تھی جو سامان میں سے چاروں طرف اُچھل رہے تھے۔ اس سلسلہ میں اُس سامان میں سے ایک مرغا ایسا نکلا ہے کہ ڈی کاک اُس سے آدھ گھنٹے سے لڑ رہے ہیں۔ اسی لڑائی کی وجہ سے اُس میں سے کئی چوہیاں نکلیں اور پکڑی نہ جا سکیں۔"

"ارے چوہیاں!! ہمارے اور مسٹر ٹینڈی کے منہ سے بیساختہ نکلا اور ہم دوڑ کر موقع پر پہونچے۔ ادھر اُدھر دیکھا بھالا اور سامان میں جگہ جگہ ناک لگائی مگر کہیں چوہیا کا سراغ نہ لگا۔ اب ہم ڈی کاک کی طرف

متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے زور وشور سے ایک آئینہ پر لاتیں مار رہے ہیں۔ ہم جو قریب پہونچے تو اُنھوں نے کہا "پرے ہٹو ورنہ عجب نہیں کہ تمھارے چوٹ لگ جائے اور مفت میں تمہاری جان جائے"۔ ہم نے اُن سے کہا کہ بھائی تم اُس بھوت سے نہ لڑو۔ کیونکہ اُس میں تو ایک بدمعاش کتا بھی رہتا ہے۔ دراصل ہم پیشتر ہی لڑ چکے تھے اور خوب جانتے تھے کہ اس میں ایک خطرناک بھوت رہتا ہے۔ ہم نے ڈی کاک کو بڑی مشکل سے روکا اور کہا کہ دیکھو تم اس بھوت سے نہ لڑو یہ کہکر ہم نے سامنے آکر ڈی کاک کو دکھایا کہ وہ دیکھو ایک کتا بھی کھڑا ہے۔ بہتر ہے کہ تم اس لڑائی سے ہاتھ کھینچو موقع پاکر کسی روز ہم اس بھوت کو قتل کر دیں گے۔ ڈی کاک کو جب ہم نے آئینہ کے پیچھے لے جاکر اور سامنے سے ہٹ کر بتایا کہ دیکھو اب وہ غائب ہو گیا تو ڈی کاک مان گئے۔ مگر ساتھ ہی اُنھوں نے اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور اُن کے نعرۂ فتح کے ساتھ تمام ان کی یا مسٹر ٹینی کی بیگمات نے اپنی آوازوں سے بنگلہ سر پر اُٹھا لیا۔

ہم باغ کی طرف واپس جانے ہی کو تھے کہ اتنے میں ایک لیڈی
کاک بوکھلائی ہوئی سر پر پیر رکھ کر بھاگی آئیں اور ڈی کاک سے
انھوں نے سراسیمگی کی حالت میں کہا کہ گھوڑے صاحب نے ان کی
دُم اُکھیڑ لی اور مسٹر گوٹ کی گردن میں بھی کاٹ کھایا ہے۔ واقعہ دراصل
یوں تھا کہ لیڈی کاک نووارد تھیں اُنھیں نہیں معلوم تھا کہ گھوڑے
صاحب سخت خطرناک شخص ہیں۔ گھوڑے صاحب کے دانہ یا گھاس
کے پاس جو بھلا آدمی بھی جاتا تھا اُس کو وہ کاٹ کھاتے تھے۔ خواہ
آدمی ہو یا کتّا ہو یا مُرغی ہو۔ چنانچہ مسٹر گوٹ پہونچکر ان کے دانہ میں
شریک ہوئے تو ان کی گردن میں گھوڑے صاحب نے کاٹ کھایا
اور غلطی سے لیڈی کاک بھی وہاں گراپڑا دانہ کھانے پہونچ گئی تھیں
تو ان کی دُم اُکھیڑ لی۔ ہم نے کہا کہ "لیڈی صاحبہ آئندہ آپ اُس
شخص کے قریب بھی نہ جائیں کیونکہ مسٹر ٹینی کے حرم میں سے کئی
غیر محتاط لیڈیاں اپنی جان گنوا چکی ہیں"
ڈی کاک نے برہم ہو کر کہا "میری سخت توہین ہوئی ہے مسٹر

مٹی تو ہیں ذلیل مگر میں تو اس قسم کی بے عزتی ہرگز گوارا نہیں کرونگا۔"

ہم نے کہا "سر ڈی کاک آپ ضرور بہادر ہیں مگر ذرا بتائیے تو کہ آپ بھلا کر ہی کیا سکتے ہیں؟"

"میں ان کے اصطبل کی اینٹ سے اینٹ بجا دونگا" ڈی کاک نے اکڑ کر کہا۔ "زور مارے لاتوں کے ان کی ہڈی پسلی ایک کر دونگا وہ ہیں کس بھول میں!!"

ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہم نے بھوت کی آواز سُنی اور بجائے اس کے کہ بات کا جواب دیتے ہم ایک دم سے پھاٹک کی طرف یہ کہکر دوڑے "وہ آگیا مسٹر لینڈی چلو!" ہوا کی طرح ہم پہونچے کیا دیکھتے ہیں کہ بھوت پھٹ پھٹ پھٹ پھٹ کرتا چلا آرہا ہی ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا "بہادر آج اس کو مار لو زندہ نہ جانے پائے" یہ کہکر ہم اس پر حملہ آور ہوئے۔ ہم نے بے طرح اس پر حملہ کیا اور دراصل جان پر کھیل کر پہیہ کے نیچے آگئے مگر مسٹر لینڈی نے کچھ زیادہ کوشش نہ کی اس وجہ سے وہ تیزی سے نکل گیا۔

"واہ جی تم نے کچھ کوشش نہ کی!" ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا۔

مسٹر لینڈی نے کہا: "یہ آخر کون تھا؟"

ہم نے کہا: "یہ وہی بھوت ہے جس سے سرڈوی کاک لڑ رہے تھے جس روز اسباب باہر نکلتا ہے یہ بھی دوڑتا پھرتا ہے!"

"اس پر آدمی کون سوار تھا۔ یہ تو بائیسکل کی قسم کی کوئی چیز ہے" مسٹر لینڈی بولے۔

ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا کہ بیشک یہ سائیکل کا بھیس بدلتا ہے اور اس آدمی کو نہ معلوم کہاں کو لیئے جا رہا ہے۔ شاید کہیں لے جا کر مار ڈالے گا۔ سائیکل کا بھیس تو بدلتا ہے مگر تم نے دیکھا نہیں کہ اناڑی بھی پہچان سکتا ہے کہ سائیکل نہیں ہے!"

اتنے میں ہم نے دیکھا کہ وہ پھر آ رہا ہے۔ ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا: "دیکھو ابکی یہ جانے نہ پائے خواہ جان رہے یا جائے!" چنانچہ ہم اور مسٹر لینڈی حملہ آور ہوئے اور پھر اسی طرح پہیہ کے نیچے آ گئے!"

بالآخر موڑھ پر جاکر ہم نے اس بھوت کو مع آدمی کے گرالیا۔ آدمی الگ گرا اور یہ بھوت الگ گرا اور گرتے ہی وہ بُری طرح چیخا کہ خدا کی پناہ! ہم اور مسٹر لینڈی اسکو گھیر کر بھونکنے لگے اور تیار تھے کہ اگر کہیں یہ اُٹھ کر بھاگے تو جان پر کھیل کر پھر اس کو گرالیں۔ اُس آدمی نے جو ہماری امداد سے رہائی پائی تو اُس کی بھی ہمت ہوئی اور دوڑ کر اُس نے اس بھوت کا نہ معلوم کونسی رگ دباکر گلا گھونٹ دیا۔ ہمیں ڈانٹ کر علیحدہ کیا اور اسے گرفتار کرکے ہمارے بنگلہ میں لے چلا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم آج کس قدر خوش تھے۔ اس کو لے جاکر اس نے برآمدہ کے سامنے کھڑا کیا اور اندر کمرہ میں چلا گیا۔

ہم اس مردہ بھوت کے قریب آئے اور دوسری طرف مسٹر لینڈی آئے کہ ایکا ایکی مسٹر لینڈی ہائے کہکر تڑپ اُٹھے۔ فوراً بھونک کر ہم دوسری طرف پہونچے اور ہم نے مسٹر لینڈی سے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہمیں معلوم ہوا کہ مسٹر لینڈی کے کان میں اس نے کاٹ کھایا۔ ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا کہ

جانے نہ پائے"۔ اور یہ کہکر اس پر چاروں طرف سے دَوڑ دوڑکر بھونکنا شروع کیا۔ جب ہمارا شبہ رفع ہوگیا تو ہم نے مسٹر لینڈی سے کہا کہ جب تمھیں اس نے کاٹا تو شاید کچھ رمق جان اس میں ہوگی لیکن اب یہ مرگیا۔ مسٹر لینڈی نے بھی جگہ جگہ سے سونگھکر کہا کہ "ہاں اب مرگیا" ہم نے بھی جگہ جگہ سونگھا اور اس پر پیشاب کرکے واپس جانے والے تھے کہ سونگھتے سونگھتے ہماری ناک اس موذی بھوت کے درمیانی حصہ میں پائدان سے ذرا اوپر کو لگ گئی اور ہماری ناک میں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہمارے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور ہم نے اور مسٹر لینڈی نے پھر اس کو گھیر کر بھونکنا شروع کیا۔ اتنے میں ٹیڈی کاک آگئے اور ہمیں جنگ میں مشغول دیکھ کر کہنے لگے کہ تم لوگ ہٹ جاؤ اس سے لڑنے کو میں تنہا کافی ہوں"۔ یہ کہکر اُنھوں نے گردن پھلا کر دو تین لاتیں دیں اور پھر تھوڑی دیر بعد اُڑکر اس کی پشت پر بیٹھ گئے۔ ساتھ ہی ان کے دو تین لیڈیز بھی گئیں۔ ہم نے معلوم کرلیا کہ اب اس بھوت میں قطعی جان نہیں۔ چنانچہ

ہم اور قریب آ گئے۔ اتنے میں وہ شخص معہ ہمارے آقا کے نکلا جس کو کہ ہم نے اس بھوت کے پنجہ سے رہائی دلوائی تھی اور جو اسے گرفتار کرکے یہاں لایا تھا۔ اُس نے ہماری طرف اُنگلی اُٹھا کر ہمارے آقا سے کچھ کہا اور ہم جان گئے کہ وہ ہماری تعریف کر رہا ہے اور ہمارے آقا سے کہہ رہا ہے کہ ہم نے کس طرح اس کو اس بھوت سے رہائی دلائی۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ ایسے عجیب ہیں کہ آج تک ہماری سمجھ نہیں کام کرتی۔ ہمارے آقا نے ہمیں اپنے پاس بلایا اور ایک نوکر زنجیر لایا۔ زنجیر اس بھوت میں جب بندھی تو ہم سمجھے کہ ہمارے آقا کا یہ منشا ہے کہ ہم اس بھوت کی نگرانی کرتے رہیں اور یہ کچھ کرنے نہ پائے۔ اتنے میں وہ شخص اُتر کر آیا اور اس نے بھوت میں کئی ایک لاتیں ماریں۔ فوراً ایک دم سے بھوت بے تحاشا چلا اُٹھا۔ ہم بھڑک کر سٹ پٹا سے گئے اور بھونکنے ہی کو تھے کہ ہمارے اور ہمارے بیوقوف آقا نے قینچیوں کی بارش کر دی بھوت اس زور سے گڑگڑا رہا تھا کہ خدا کی پناہ اور ساتھ ساتھ اُس کی تگی بھی بول رہا تھا۔ ہماری حالت کا

اندازہ لگانا مشکل ہے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ الٰہی یہ ہوا کیا ہم پر اتنی مار پڑی کہ خدا کی پناہ۔ ایک دم سے ہماری گردن سے زنجیر کھول دی گئی اور ہم اس بری طرح بنگلہ کی پشت کی طرف بھاگے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ دور سے اتنا ضرور دیکھا کہ بھوت جس کو ہم مردہ خیال کر رہے تھے پھر اسی آدمی کو لے بھاگا ہماری سمجھ میں جو کچھ آیا وہ یہ کہ اس بھوت نے ہمارے آقا پر ایسا قابو پا لیا ہے کہ ہم اس سے نہیں لڑ سکتے۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن ہم اس موذی بھوت سے دور ہی رہتے ہیں صرف دور ہی سے دیکھ کر اصولاً بھونک لیتے ہیں اور بس۔

گمشدگی

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم اور مسٹر لینڈی کچھ کھیل کھیل رہے تھے۔ پہلے تو مسٹر لینڈی نے ہمیں جھوٹ موٹ کاٹا اور گرا کر بھاگے۔ ہم نے اُن کا پیچھا کیا اور ایک مصنوعی جنگ کی۔ پھر مسٹر لینڈی دور تک دوڑے چلے گئے اور ہم بھی دوسری طرف دوڑے چلے گئے اور پھر دونوں آکر ملے۔ اسی طرح یہ دلچسپ کھیل جاری تھے کہ ہم نے اپنے بنگلہ کے پھاٹک سے دیکھا کہ سامنے سڑک پار میدان میں کوئی صاحب کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم غرّا کر رک گئے مسٹر لینڈی نے کہا۔ "آؤ چلو ان کو کاٹیں"

اتنے میں ہم نے ان کو پہچان کر کہا "ارے یہ تو ہمارے جان پہچان ہیں"

"ارے" مسٹر لینڈی نے کہا "تو چلو"

ہم دونوں تیر کی طرح پہونچے۔ یہ حضرت بھاگے مگر ہم دونوں نے

جالیا اور پہونچتے پہونچتے ان کو بھنبوڑ ڈالا کچھ معمولی طور پر گویا رسماً یا اصولاً کاٹنے کے بعد اطمینان سے آہستہ آہستہ ہم نے غرّانا شروع کیا حسب دستور مسٹر لینڈی اور ہم نے اُن کو سونگھا۔ آدمی واقعی ملنسار تھے جیسا کہ ہم پیشتر ہی سے جانتے تھے چنانچہ ہم بھی اخلاق سے پیش آئے مسٹر لینڈی نے نہایت ہی تہذیب کے ساتھ اُن سے پوچھا "جناب کا اسم گرامی"

انھوں نے بجائے جواب دینے کے کچھ مُسکرا کر ہماری طرف دیکھا اور ہم جان گئے کہ ہم سے پرانے تعلقات کی بنا پر یہ تعارف کے متمنّی ہیں۔ چنانچہ ہم نے غیریت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا "یہ میرے پُرانے کرم فرما مسٹر دوغلے ہیں" اور مسٹر لینڈی کی طرف اشارہ کر کے کہا "آپ میرے ہم زنجیر و ہم کھونٹا مسٹر ایل وہائٹ ہیں" مسٹر لینڈی نے مسکرا کر دوبارہ مسٹر دوغلے سے معانقہ کیا۔

مسٹر دوغلے نے ہم سے کہا "گھر کے لوگ تو یہیں ہوں گے"

ہم مسکرائے، اور ہم نے کہا "تسلیم"
"کیوں؟ کیا ہوا" مسٹر دوغلے نے ہمیں اور مسٹر لینڈی کو مسکراتا ہوا دیکھ کر کہا۔
"جناب شاید یہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیکر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دل کی حرکت تیز ہو جائے۔"
"واللہ" مسٹر دوغلے نے کہا "آپ تو ایسی باتیں کرتے ہیں جیسے آپ کی شادی ابھی ہوئی ہو۔"
"آپ کے منہ میں بلّی کا گلا" ہم نے ہنس کر دعا دی۔
"آمین" مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا، "مسٹر دوغلے یہ مسٹر ٹامی آپ کو دعائیں کیوں دے رہے ہیں؟"
"یہ ان کا حسن ظن ہے اور عنایت خاص" مسٹر دوغلے نے یہ الفاظ اس طرح کہے کہ جیسے ہم انھیں بنا رہے ہیں۔
ہم نے کہا "اور کچھ کہئے مسٹر دوغلے۔ کوئی نئی بات؟ مسز دوغلے کہاں ہیں؟"

"میں نے آپ سے مسز ٹامی کو پوچھا تو آپ مجھے بنانے لگے اور اب مجھ سے آپ پوچھتے ہیں کہ مسز دوغلے کہاں ہیں؟" مسٹر دوغلے نے کچھ شکایتاً کہا۔

"آپ تو بُرا مان گئے مسٹر دوغلے" ہم نے نہایت محبت سے کہا۔

"مجھے خیال ہوا کہ آپ مذاق کر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بندہ ابھی کنوارہ ہی ہے"

"معاف کیجئے گا مسٹر ٹامی مجھے یہ علم نہیں تھا۔ مگر نہیں" کچھ سوچ کر مسٹر دوغلے نے کہا۔"مجھے تامل ہے"

"بیشک بیشک" ہم نے مسکرا کر کہا۔

"تو کیا انھیں طلاق دیدی؟" مسٹر دوغلے نے کہا۔

"یہ کیا معاملہ؟" مسٹر امیڈی بولے۔

"مجھ سے سنئے کیا معاملہ تھا۔ نہ طلاق دی نہ کچھ۔ بلکہ شادی ہی نہیں ہوئی" ہم نے جواب دیدیا

"اچھا تو یہ کورٹ شپ ہی تک معاملہ رہا۔ آخر کیسے کیا وہ خود چلی گئیں؟"

"میرا تو قطعی ارادہ تھا کہ شادی کر لوں مگر معاملہ اور ہی ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے دیکھا کہ لڑکی بھی اچھی ہے اور پھر نئی تہذیب کی دلدادہ بھی نہیں خوب نبھے گی اور اسی خیال سے......

"قطع کلام ہوتا ہے" مسٹر دوغلے نے کہا "مس لینڈی گرے کا ہی تذکرہ کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہی تھیں" ہم نے کہا "بدقسمتی سے انھوں نے زیادہ حصہ زندگی کا گاؤں میں بسر کیا تھا اور وہ شہروں میں کم رہی تھیں اور خصوصاً بنگلوں اور کوٹھیوں میں۔ اور یہاں کے قواعد سے ناواقف تھیں اور پھر مصیبت یہ کہ میرے آقا نے ان کو کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ جس روز آئیں تو اس روز انھوں نے کھانے کے کمرہ میں جاکر تمام چیزیں گرا دیں۔ میرے آقا نے جو دیکھا کہ یہ نووارد کون ہے تو گھیر کر ان کو بند کرا کر اتنا ٹھونکا اتنا ٹھونکا کہ گویا دم ہی نکال لیا۔ وہ جو چھوٹیں تو پھر اس طرف کا رُخ نہ کیا"

مسٹر دوغلے نے کہا "یہ کس قدر کمینہ پن ہے اور خصوصاً بنگلوں کے

رہنے والے آدمیوں کا کہ ہم لوگوں کے لئے ہمیشہ اپنی پسند کی لڑکی تلاش کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی کہیں کوئی شادی طے کرتا ہے تو اکثر نہیں بلکہ ہمیشہ اس میں مخل ہوتے ہیں۔" کیا کیا جائے بالکل مجبوری ہے۔ ذرا انہیں غور کرتے کہ آخر لڑکے یا لڑکی کی مرضی بھی تو کوئی چیز ہے۔ آپ بالکل درست فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہی دستور ہے کہ ہم لوگوں کی شادیوں میں خواہ مخواہ مالک مخل ہوتے ہیں اور اکثر مار بھی پڑتی ہے۔" یہ ہم نے اپنی مس گریہاونڈ والی مار یاد کر کے کہا۔

"وجہ اس کی دراصل یہ ہے" مسٹر دوغلے بولے "کہ ہم لوگ ذرا سوشل ریفارم کی طرف کم توجہ کرتے ہیں اور بدقسمتی سے جتنے بھی کتوں کے مالک ہیں سب قدیم الخیال اور فرسودہ خیالات کے حامی ہیں اور شادی کے معاملات میں تو ضرورت سے زیادہ قدامت پرست ہیں نسل و نسب تو درکنار رنگ تک کا خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ سب کتے خدا کی مخلوق ہیں اور ذات پات کا جھگڑا دراصل قوم کو تباہ کیے دیتا ہے اصل چیز مساوات ہے اور دراصل معیار شرافت بھی یہی ہے۔"

مسٹر لینڈی نے مسٹر دو غلے کا فلسفیانہ لکچر سُن کر پسندیدگی سے کہا "مگر اس بدعت کا پھر کوئی علاج بھی ہے یا نہیں؟"

"کیوں نہیں" مسٹر دوغلے نے کہا "کون سی ایسی خرابی ہے جس کا علاج نہیں۔ علاج صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسی تربیت ہو کہ آزاد خیالی کے ساتھ ساتھ آزادروی بھی سیکھیں اور پھر ساتھ ہی مضبوط کیریکٹر بھی ہو۔ چنانچہ میرے نانا مرحوم نے میری والدہ معظمہ کو ایسی ہی تعلیم دی تھی گو وہ خود فاکسٹیریر تھیں لیکن انھوں نے شادی اپنی مرضی اور پسند کی ایک معزز لینڈی خاندان میں کی۔ ان کا کیریکٹر کیسا تھا اس کا اندازہ آپ خود اس امر سے کر سکتے ہیں کہ خلد آشیاں حضرت والدصاحب قبلہ ایک گاؤں کے باشندہ تھے اور میری والدہ مرحومہ نے بنگلہ کے مرغن کھانوں پر لات ماری اور گاؤں کے سوکھے ٹکڑے اور کچی جوار کو پسند کیا۔"

اتنے میں ۲ دو چیلیں آپس میں لڑتی ہوئی قریب ہی اتنی نیچی آگئیں کہ مجبوراً ہم تینوں کو اس طرف دوڑنا پڑا۔ یہ دونوں چیلیں آپس میں ایک

ہڈی پر لڑ رہی تھیں کہ وہ گر پڑی۔ ہم تینوں غرّا کر اسی طرف جھپٹے اور ایک سخت معرکۂ خیز جنگ کے بعد مسٹر لینڈی کامیابی کے ساتھ ہڈی لیکر سیدھے بنگلہ میں بھاگے ہم اور مسٹر دوغلے ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ مسٹر لینڈی نے چشم زدن میں ہڈی کھا پی کر برابر کی۔ اس جھگڑے میں ہم لوگوں کے کوئی خاص چوٹ نہیں آئی۔ صرف ہماری ران میں مسٹر دوغلے نے کاٹ کھایا تھا اور ہم نے ان کے کان کے پاس کاٹ کھایا تھا۔

(۲)

ذرا غور سے دیکھا جائے تو تہذیب اور اخلاق کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ تہذیب کا ایک نمونہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی گھر پر ملنے والا آئے تو اس ڈر کے مارے کہ کہیں کھانا نہ کھلانے کی نوبت آئے چپکے سے نوکر سے کہلوا دیا کہ گھر پر نہیں ہیں کہیں باہر گئے ہیں۔ پھر ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ کوئی گھر پر آئے تو کہہ دیا کہ بیوی سے لڑائی ہے آیئے چلیئے ہوٹل میں ہم آپ کھانا کھائیں۔ وہ بیچارہ خود ہی کہے گا کہ نہیں حضرت میں اور کہیں کھا لوں گا۔ پھر ایک تہذیب کا نمونہ یہ بھی ہے کہ معمولی دال روٹی تو

دوست کے ساتھ بیٹھ کر باہر کھائی اور آدھے پیٹ کھا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اندر جا کر پھر قورمہ اور پلاؤ بیوی کے ساتھ کھایا۔ ایک نمونہ تہذیب کا یہ بھی ہے کہ مجبوراً مہمان کو کھلایا اور پلایا اور بعد میں میاں اور بیوی نے اُن کے چلے جانے کے بعد اس پر تبرا بھیجا کر اُس کو بلا نوش ٹھہرایا۔ ساتھ ہی ایک یہ بھی تہذیب کا نمونہ ہے کہ دل سے تو مہمان سے نفرت ہے اور اس کو سوکھا ٹکڑا تک کھلانے کے روادار نہیں مگر اس کو مصلحتاً خوب پلاؤ اور بریانی کھلائی اور وہ ہمیشہ ان کی سچی محبت کا تذکرہ کرتا رہا۔ پھر ایک نمونہ اخلاق اور تہذیب کا یہ بھی ہے کہ مہمان کو بڑے تپاک سے ٹھہرایا اور آؤ بھگت کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ کم از کم کل شام کا کھانا تو آپ میرے یہاں ضرور کھائیں۔ گویا آج دن بھر اور کل دوپہر کے کھانے کو منع کر دیا سمجھدار مہمان فوراً بھاگ جاتا ہے۔ ایک نمونہ تہذیب کا یہ بھی ہے کہ بھئی جو کچھ بھی حاضر ہے وہ کھاؤ اور پھر شوق سے کھاؤ۔ کھلانے والے کا کھلا کر جی خوش ہوتا ہے اور کھانے والے کو بھی گھر کا مزہ آتا ہے اور در اصل یہی معیار تہذیب ہے اور یہی اظہار محبت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں

یعنی کتوں میں بھی یہی ہے کہ کبھی جو کچھ ہڈی روٹی وغیرہ موجود ہے حاضر ہے کھایئے اور بلا تکلف کھایئے۔ صرف ایک شرط ہے اور وہ محض یہ کہ قبل اس کے کہ آپ کھائیں اپنے کو اس کا اہل ثابت کر دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ قدرتی امر ہے کہ بھوک سے طاقت اور طاقت سے بھوک لہذا خواہ وہ مہمان ہو یا میزبان یا کوئی راہ گیر ہو یا بھائی بند ہو سب سے زیادہ کھانے کا مستحق وہی ہے جو بھوکا ہو گویا بالفاظ دیگر طاقتور ہو غضبیل ہو۔ پھرتیلا اور تیز ہو۔ دوڑنے اور بھاگنے میں مشاق ہو چھین جھپٹ میں دستگاہ کامل رکھتا ہو اور پھر تیزی سے کھاتا ہو۔ اگر اس میں یہ باتیں نہیں تو نہ تو وہ بھوکا ہے اور نہ کھانے کا اہل ہے۔

ہم لوگ بنگلے میں آئے تو پہلے تو مسٹر دوغلے کو احاطہ کی سیر کرائی اور انھوں نے چند نہایت ہی مناسب مقامات پر پیشاب کیا۔ چونکہ وہ فلسفیانہ رنگ کے بڑے زبردست سوشل ریفارمر تھے لہذا انھوں نے پھر وہی سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا "معاف کیجیئے گا مسٹر لینڈی

گو جناب سے اس سے قبل تعارف نہ تھا مگر آپ کے اوصافِ حمیدہ نے مجھے ایسا گرویدہ کر لیا ہے کہ گویا آپ سے دیرینہ مراسم ہیں۔"

"شکریہ، نوازش۔ عنایت۔ مہربانی جناب کی ورنہ من آنم کہ من دانم" مسٹر لینڈی نے نہایت اخلاق سے مسٹر دوغلے سے کہا۔

"چنانچہ میرے خیال میں اگر میں مسٹر لینڈی کے بارہ میں کچھ دریافت کروں تو بیجا تو نہ ہوگا" مسٹر دوغلے نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ یعنی مسز لینڈی وغیرہ یہاں نہیں ہیں۔"

"معاف کیجیے گا" مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا "بندہ تو اس جھگڑے سے ہمیشہ ہی دور رہا ہے۔ بندہ تو تجرد کی زندگی کا قائل ہے"

"کیوں؟" مسٹر دوغلے نے کہا۔

مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو علم المعیشت یا اقتصادیات سے دلچسپی نہیں اور جناب نے مالتھوس کی تھیوری نہیں پڑھی"

ماشاء اللہ جناب کو علم المعیشت اور اقتصادیات میں بھی دخل ہے۔"

مسٹر لینڈری نے انکساری کو کام میں لاکر کہا۔ "دخل تو کیا ہے یہ کہیئے کہ تھوڑا سا خلل ہے!"

"تو وہ مالتھوس کی تھیوری کیا ہے؟" مسٹر دوغلے نے پوچھا۔

مسٹر لینڈری نے کہا "مالتھوس کی تھیوری یہ ہے کہ دنیا کی آبادی ضرورت سے زیادہ بڑھ رہی ہے اس کو کم کیجئے کیونکہ زیادہ تعداد میں غلام یا نعیر پیدا کرنے سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں۔"

اتنے میں سرڈی کاک کی دو بیگمات کی بھڑ بھڑاہٹ نے ہمارے کان کھڑے کر دیئے سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ دو بیگمات آپس میں ایک نہایت ہی خطرناک قسم کی جنگ کر رہی ہیں۔

ہم نے فوراً ہی بیچ بچاؤ کی نیت سے کہا۔ "معزز لیڈیز! آخر وہ کونسا امر ہے جس کی وجہ سے آپ دونوں محترم خاتونوں میں اختلاف رائے ہوا ہے اور جس نے آپس کے رشتہ الفت و محبت کو اس طرح عارضی طور پر منقطع کر دیا ہے۔"

"آپ ہم دونوں کے بیچ میں نہ پڑیں۔" دونوں جنگجو لیڈیز نے

ہم زبان ہو کر کہا" اور نہ کسی کی طرفداری کریں"

ہم نے نہایت ہی سنجیدگی سے اپنی فصاحت و بلاغت اور اخلاق کا مسٹر لینڈی اور مسٹر دو غلے پر سکہ بٹھانے کی نیت سے کہا "محترم خواتین آپ دونوں ہمارے کرم فرما اور معزز دوست ائٹ آنریبل سرڈی کاک کی ناموس ہیں اور اس حیثیت سے آپ دونوں میری نظروں میں......."

ہم اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ہماری اور ہماری ہی نہیں بلکہ مسٹر لینڈی اور مسٹر دوغلے کی بھی نظر ایک روٹی کے ٹکڑے پر پڑی اُدھر سے وہ دونوں غرّا کر جھپٹے اور ادھر سے ہم۔ دونوں بیگمات پھڑپھڑا کر الگ بھاگیں اور ہم تینوں اس روٹی کے ٹکڑے پر گتھ گئے۔ ایک سخت پکڑ ہوئی اور اس دار و گیر میں خوب ایک نے دوسرے کو کاٹا لیکن ٹکڑا مسٹر دوغلے کھا گئے۔ اس جھڑپ کی غرّاہٹ ختم ہوئی ہی تھی کہ مسٹر ٹینی آپہونچے۔ ہم انھیں دیکھ کر ذرا مسکرائے اور کہا کہ یہ لیجئے ماتھوس کی بھبوری کے اصل مخالف آگئے۔ مسٹر ٹینی مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر

کچھ ضرورت سے زیادہ علحدہ ہی تھے اور جب ہم نے دیکھا کہ وہ آگے نہیں بڑھتے تو تہذیب کے خلاف سمجھا کہ ان کا مسٹر دوغلے سے تعارف نہ کرادیں چنانچہ ہم نے کہا "آپ ہمارے دیرینہ کرمفرما اور مہمان مسٹر دوغلے ہیں اور آپ" ہم نے مسٹر ٹینی کی طرف اشارہ کرکے کہا "ہمارے پیارے پڑوسی مسٹر ٹینی ...... "

"میں ان سے نہیں ملتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں مجھے کاٹ نہ کھائیں!"

مسٹر ٹینی نے قطع کلام کرکے کہا اور یہ کہکر خطرہ کا الارم دیتے ہوئے بڑی تیزی سے بھاگے۔

مسٹر دوغلے نے بُرا مان کر کہا "یہ سخت بدتمیز اور نالائق مُرغ معلوم ہوتے ہیں"! اتنے میں مسٹر ڈی کاک اور ان کی درجنوں لیڈیز کا الارم سُنکر ایک نوکر آگیا اور اس نے دیکھا کہ مسٹر دوغلے کھڑے ہیں جن سے وہ قطعی ناواقف تھا۔ اُس نے ایک پتھر لیکر اس زور سے مسٹر دوغلے کی طرف بھنّا کر پھینکا کہ اگر کہیں ان کے لگ جاتا تو اُن سے داعی اجل کو

لبیک کرا دیتا ساتھ ہی اُس نے آواز دے کر ہمیں اور مسٹر لینڈی کو
اُن پر دوڑا دیا۔
"معاف کیجیے گا مسٹر دوغلے مجھے آپ کو کاٹنا پڑا!" یہ کہکر ہم اور
مسٹر لینڈی مسٹر دوغلے پر ایک دم سے بے خبری میں حملہ آور ہوئے۔
چشم زدن میں اپنے معزز مہمان کو ہم دونوں نے گرا کر چت کر دیا۔
مسٹر لینڈی نے ان کا گلا پکڑ کر زمین پر گویا مصالحہ پیسنا شروع کیا اور
ہم خود ان کے پہلو میں زور سے کاٹ رہے تھے۔ خوش قسمتی جبتک
نوکر لکڑی لیکر پہونچے پہونچے مسٹر دوغلے زور کر کے نکل بھاگے۔ دور
تک ان کا ہم نے پیچھا کیا۔ واپس آتے میں مسٹر لینڈی نے مسٹر دوغلے
کے بارہ میں کہا "بہت معقول شخص ہیں"
"میرے دیرینہ ملاقاتی اور خاص کرمفرما ہیں" ہم نے فخریہ کہا۔

(۴۳)

کسی کُتے کے دل سے کوئی پوچھے کہ کیا حال ہوتا ہے جب کہیں
کوئی بلی گھیری جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے دوست آنجہانی شہید ناز مسٹر

لینڈی گرے نے کہا تھا واقعی یہ صحیح ہے کہ بلّی کا قتل کرنا علاوہ کار ثواب کے طبّاً مفید ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بلّی کا مارنا سوائے موت کے سب بیماریوں کا واحد علاج ہے اور ٹانک کی حیثیت سے تو مکرد هوج سے بھی کہیں زیادہ مفید ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا اور مسٹر لینڈی کا کیا حال تھا جب ہمنے رات کے بارہ یا ایک بجے اپنی کمینی پڑوسن میڈم بلّی کو ایک المادی کے پیچھے اس طرح گھیر لیا کہ میڈم المادی اور دیوار کے بیچ میں تھیں اور ایک طرف مسٹر لینڈی تھے اور دوسری طرف ہم۔ بدقسمتی سے المادی دیوار سے اتنی زیادہ قریب تھی کہ مسٹر لینڈی اندر نہ گھس سکتے تھے مگر ہم گھس سکتے تھے لیکن پھر بھی راستہ اس قدر تنگ تھا کہ بس بالکل فٹ آتے تھے۔ لہذا جنگ کا تمامتر بار ہمارے ہی اوپر پڑا۔ میڈم بلّی کی جنگی قابلیتوں کے ہم قائل ہو گئے کیونکہ جب انھوں نے دیکھا کہ مسٹر لینڈی کا منہ کے علاوہ داخلہ ناممکن ہے تو انھوں نے ان کی طرف

پیٹھ کرکے ہم سے مقابلہ کرنا شروع کیا. جو انگریزی فوج کا درّہ خیبر میں اکبر خاں اور اس کے افغانیوں نے حال کیا تھا وہی ہمارا ہوگیا کیونکہ میڈم بلّی نے جگہ کی تنگی سے ہمیں پھنسا ہوا پاکر اوپر سے ہمارے کان میں کاٹ کھایا۔ اور لاتعداد پنجے اس طرح مارے کہ ہم عارضی طور پر پسپا ہوئے۔ اب میڈم موصوفہ ہمارے سامنے منہ پھاڑے کھڑی تھیں اور ہاتھ دونوں پھیلے ہوئے تھے جیسے ہی ہم آگے بڑھتے تھے وہ فوراً اتاری بجاتی تھیں. ادھر سے مسٹر لینڈی انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ کس طرح وہ اس تنگ جگہ میں داخل ہو جائیں. لگاتار حملوں سے آہستہ آہستہ بے خبری میں میڈم ہمارے حملوں کی تاب نہ لاکر اس طرح پسپا ہو رہی تھیں کہ مسٹر لینڈی سے قریب ہوتی جارہی تھیں. آخرکار وہ جب زیادہ قریب پہونچی تو مسٹر لینڈی نے نہ معلوم کس طرح اپنے کو سُکیڑ کر دھیرے دھیرے اپنا آدھے کے قریب جسم داخل کرلیا اور قریب پہونچکر وہاں ڈاکر کے میڈم بلّی کو پیٹھ کی طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا اور عین اسی موقع پر ہم نے بھی حملہ کردیا اور میڈم کی ران ہم نے اپنے تیز دانتوں سے پکڑلی

ایک لمحہ بھر کے لیئے وہ ہڑبونگ ہوئی کہ خدا کی پناہ کہ اتنے میں میڈم بلّی نے گھوم کر مسٹر لینڈی کی ناک میں اس زور سے کاٹا کہ مسٹر لینڈی بڑے زور سے دہاڑے مصیبت بدقسمتی سے یہ پیش آئی کہ میڈم بلّی نے صرف ان کی ناک میں کاٹا ہی نہیں تھا بلکہ اس کشمکش میں اب وہ مسٹر لینڈی کے منہ سے چھوٹ گئی تھیں اور مسٹر لینڈی کی ناک نہ چھوڑتی تھیں مسٹر لینڈی اب گویا اپنی ناک میں میڈم بلّی کا بُلاق پہنے ہوئے تڑپ رہے تھے کیونکہ وہ دیوار اور الماری کے درمیان پھنس کر رہ گئے تھے۔ ہم میڈم مذکور کو ران پکڑے گھسیٹ رہے تھے۔ اور اب گویا عجیب تماشہ کشتی ہو رہی تھی کیونکہ ادھر مسٹر لینڈی اس طرح کوشاں تھے گویا انھوں نے طے کر لیا ہے کہ خواہ ناک رہے یا جائے ہم باہر نکل آئینگے اور اُدھر ہم ان کی ران پر صدمہ پہونچانے کے لیئے گھسیٹ رہے تھے۔ علاوہ ناک میں کاٹنے کے میڈم نے اپنے نوکیلے پنجوں اور ہاتھوں سے مسٹر لینڈی کے کانوں اور سر پر صافہ باندھ رکھا تھا مسٹر لینڈی دھاڑ دھاڑ کر رو رہے تھے اور ایک عجیب "پسپائیت" کے عالم میں تھے اور ہمارا خیال ہے کہ اگر کہیں آدھا منٹ بھی

اسی حالت میں گزر جاتا تو قطعی ان کی ناک وہیں قتل ہو جاتی۔

ایک دم سے کسی نے الماری ذرا سی سرکائی مسٹر لینڈی تڑپ کے نکلے اور ہم بھی نکلے مسٹر لینڈی۔ جیسے ہی تڑپے ہمارے منہ سے میڈم کی ران چھوٹ گئی ہمارے آقا کے ایک ہاتھ میں لالٹین تھی اور دوسرے میں ہاکی اسٹک انھوں نے لالٹین رکھ کر ایک دوہتڑ جو ہاکی اسٹک کا میڈم کے مارا تو بدقسمتی سے وہ مسٹر لینڈی کی پیٹھ پر بھرپور پڑا اور مسٹر لینڈی اسی طرح میڈم بلی کو ناک میں لٹکائے روتے ہوئے بھاگے اور ہم ان کے پیچھے۔

واللہ اعلم مسٹر لینڈی کہاں گئے۔ زمین کھا گئی کہ آسمان کچھ پتہ نہ لگا اندھیرے میں ہم نے ان کا بہت کچھ پیچھا کیا مگر وہ ایسے تیز بھاگے کہ ہم انکی ہوا کو بھی نہ پاسکے وہ دن اور آج کا دن مسٹر لینڈی کا پتہ نہ چلا۔ میڈم بلی کو البتہ ہم نے تیسرے روز دیکھا کہ دیوار پر لیٹی ہیں، ہم دوڑے لیکن ہمیں دیکھتے ہی وہ غائب ہو گئیں۔ مسٹر لینڈی کی بابتہ ہمارا خیال ہے کہ چونکہ وہ دیہات کے رہنے والے تھے شاید وہیں چلے گئے۔

لنگھنا گھوڑا

ہمارے بنگلے کے رہنے والوں میں جس قدر نالائق گھوڑے صاحب واقع ہوئے تھے شاید ماسٹر کڈا اور مسٹر گوٹ بھی نہوں۔ اس نامعقول گھوڑے نے ایک روز ہمارے ساتھ یہ بدتمیزی کی کہ ہم تو ایک سخت ضروری کام سے یعنی گلہری کو پکڑنے کے لیے اصطبل میں گھسنے پر مجبور ہوئے اور اس بیہودہ نے ہماری ٹانگ پکڑ کر زور سے اچھال دیا اور خواہ مخواہ ہوا میں دولتیاں بھی چلائیں۔ خوش قسمتی سے ہمارے کوئی خاص چوٹ تو نہ آئی لیکن توہین ضرور ہوئی۔ حالانکہ گھوڑے صاحب چھوٹے قد کے ٹٹو تھے لیکن اپنے کو نہ معلوم کیا سمجھے ہوئے تھے ان کا اصول تھا کہ خواہ "کسے باشد"، اگر ان کے دانے یا گھاس کے کوئی قریب بھی آجائے تو فوراً کاٹ کھاتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم ٹہلتے ٹہلتے ان کے پاس پہونچے اور

ہم نے ان سے کہا کہ جناب گھوڑے صاحب آپ نے جو یہ اصول بنا رکھا ہے کہ آپ خواہ مخواہ ہر کس و ناکس کو کاٹ کھاتے ہیں اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ آپ نے مسٹر گوٹ کے کاٹ کھایا۔ مسٹر ٹینی کی دُم اکھاڑلی مجھے اُٹھا کے پھینک دیا۔ یہ حرکتیں بہت نازیبا ہیں۔

گھوڑے صاحب یہ سُن کر خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اپنا اپنا اصول ہے۔ میں نے یہ اصول بنا لیا ہے کہ خواہ وہ آدمی ہو یا جانور میرے قریب بھی آئے گا تو میں اس کو کاٹ کھاؤنگا صرف ایک آدمی کے ساتھ رعایت برت سکتا ہوں یعنی جو میری خدمت کرتا ہے پھر ایسی صورت میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ میرے قریب ہی کیوں آتے ہیں بار ہا نقصان اُٹھاتے ہیں اور پھر آتے ہیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مسٹر ٹینی بھی آگئے اور گھوڑے صاحب کو دھمکی دینے لگے کہ اگر آپ بدتمیزی کریں گے تو میں آپ کو مارونگا۔ بات بڑھ گئی اور ہمیں مجبوراً بھونک کر گھوڑے صاحب کے ہوش وحواس زائل کر دینا پڑے گھوڑے صاحب نے اصطبل میں ہوائی لاتیں چلانا شروع کیں اور

مسٹر ٹینی نے الگ غل مچانا شروع کیا۔ نتیجہ یہ کہ ملازموں کو بیچ بچاؤ کرنا پڑا ورنہ ضرور کوئی سخت کارروائی گھوڑے صاحب کے خلاف کی جاتی۔

اس کے دوسرے روز کا ذکر ہے کہ گھوڑے صاحب نے ایک ٹیپس کے لڑکے کو کاٹ کھایا جو کسی ضرورت سے ان کے آگے سے تھوڑی سی گھاس اُٹھا رہا تھا۔ قصہ مختصر گھوڑے صاحب کے کٹ کھنے پن سے ایک دُنیا تنگ تھی کہ عجیب ہی معاملہ پیش آیا۔

ہمارے بنگلے سے دو بنگلے چھوڑ کر تیسرے بنگلے میں کوئی شادی کی تقریب تھی جس کے سلسلے میں گھوڑے صاحب کی خدمات کی وہاں ضرورت ہوئی اور مانگے ہوئے وہاں بھیجے گئے۔ چونکہ قریب کا معاملہ تھا اور شادی کا موقع لہٰذا ہم بھی وہاں پہونچ جاتے تھے اور ہمارے آقا بھی پہونچ جاتے تھے۔ شادی کے سلسلے میں اتفاق ایسا ہوا کہ ایک ہاتھی صاحب بھی نہ معلوم کہاں سے تشریف لائے اور وہ بھی گھوڑے صاحب

کے قریب ہی کھڑے کیے گئے۔ ہم وہاں پہونچے اور ہاتھی صاحب قبلہ سے ملاقات کی۔ پہلے تو ہم اُن پر بھونکے لیکن جب ہم نے دیکھا کہ وہ توجہ ہی نہیں کرتے تو ہم نے ان سے ملاقات کی۔ گھوڑے صاحب کے سامنے کچھ تھوڑی سی سوکھی ہوئی گھاس کے تنکے پڑے ہوئے تھے اور ہاتھی صاحب نے اپنی سونڈ گھاس کی طرف جو بڑھائی تو گھوڑے صاحب نے فوراً اپنے اصول کے مطابق ہاتھی صاحب قبلہ کی سونڈ میں اس زور سے کاٹا کہ ہاتھی صاحب مارے تکلیف کے بلبلا گئے لیکن فوراً ہی اُنھوں نے اپنے زبردست سونڈ کا گھونسہ بنا کر جو پوری قوت سے گھوڑے صاحب کے رسید کیا تو گھونسہ کی ضرب سے بے حال ہو کر گھوڑے صاحب زمین پر گرے اور مچھلی کی طرح تڑپنا شروع کیا۔

ایک ہلڑ ہو گیا اور بیسیوں آدمی دوڑ پڑے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے صاحب کی جان نکل رہی ہے تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ آنکھیں بند ہو گئیں اور لمبی لمبی سانسیں آنے لگیں۔ ہم سمجھے کہ اب

"ہمایوں"

اُردو کا علمی و ادبی ماہوار رسالہ جو دس سال سے نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ نکل رہا ہے۔

ایڈیٹر:۔ بشیر احمد بی۔اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

جائنٹ ایڈیٹر:۔ حامد علی خاں بی۔اے۔

خصوصیات

ہمایوں میں ہر مہینہ بہترین علمی وادبی وتاریخی مضامین شایع ہوتے ہیں

ہمایوں میں ہندوستان کے بہترین معاشرتی افسانے درج ہوتے ہیں

ہمایوں کے مزاحیہ افسانے اور مقالے سنجیدہ ظرافت کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔

ہمایوں نے اُردو ادب کا بلند معیار، وقار اور سنجیدگی کے ساتھ قایم رکھا ہے

ہمایوں کی تصاویر آرٹ کا بہترین نمونہ ہوتی ہیں **ہمایوں** کا سالانہ چندہ بہترین لکھائی چھپائی اور باوجود تمام خوبیوں کے صرف للعہ سالانہ علاوہ محصولڈاک ہے۔

مینجر رسالہ ہمایوں ۲۳۔ لارنس روڈ لاہور

یاد رکھئے

عظیم بیگ چغتائی کی بہترین تصنیف ویمپائر

ہے وہ کتاب جس پر کہ مصنف کو اور اردو زبان

کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ اس میں چار رنگین اور سادہ

تصویریں ہیں۔ یہ کتاب کیا ہے؟ قبل منگانے کے

لکھ کر پہلے حال معلوم کیجئے

ملنے کا پتہ

دفتر کتابت (عظیم بیگ چغتائی وکیل) جودھپور (مارواڑ)

ان کا انتقال ہو رہا ہے مگر در اصل وہ صدمہ کی وجہ سے بیہوش ہو گئے تھے۔ ہم ایسے موقعہ پر سوائے اس کے گھوڑے صاحب کی کیا امداد کر سکتے تھے کہ ہاتھی صاحب قبلہ پر ناراض ہو کر بھونکیں۔

بڑی دیر تک لوگ گھوڑے صاحب کی دیکھ بھال کرتے رہے مگر انھوں نے آنکھ تک نہ کھولی۔ شام کو انھوں نے آنکھ کھولی اور ذرا سر اٹھایا تو آدمی ان کے پاس آئے اور ان کو بڑی مشکل سے کئی آدمیوں نے مل کر کھڑا کرنے کی کوشش کی تب جاکر بڑی دقت سے کانپتے ہوئے وہ کھڑے ہوئے چلنا دوبھر ہو رہا تھا مگر جس طرح بھی بن پڑا لوگ ان کو سہارا دے کر بنگلے لائے۔ اور ان کو ان کی جگہ پہونچایا لیکن ان کی اب بھی بُری حالت تھی اور تھک کر وہ پھر بیٹھ گئے ہم مزاج پرسی کرنے گئے تو وہ کچھ نہ بولے کیونکہ سخت پسپائیت کے عالم میں تھے۔ دوسرے دن ذرا طبیعت ٹھیک ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ مسٹر ٹینی معہ اپنے بیگمات کے گھوڑے صاحب کی سوکھی ہوئی گھاس آزادی کے ساتھ

کر رہے رہے ہیں۔ ہم سمجھے کہ شاید بوجہ ضرب شدید اور "پسپائیت عام" ایسا ہو رہا ہی لیکن نہیں۔ ہاتھی صاحب قبلہ نے انھیں ایسا سبق دیا کہ وہ دن اور آج کا دن گھوڑے صاحب نے اپنا کاٹنے والا اصول ہی چھوڑ دیا اور اب نہ صرف مسٹر ٹینی کو اجازت عام ہی کہ وہ مع اپنے تمام قافلہ کے اصطبل کے اندر اودھم مچائیں اور گرا پڑا دانہ کھائیں بلکہ جس آدمی کا دل چاہے گھوڑے صاحب کے آگے سے دانہ گھاس اٹھا لے۔ اب وہ کچھ نہیں کہتے۔ سچ ہی کسی نے کہا ہی مار میں اللہ نے بڑی طاقت دی ہی۔

تمام شد

۱۹۷۱ ع - م

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس تعلیمی، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب، جملہ کتابیں ایک ماہ کی میعاد پر اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و دیگر عہدہ داران جامعہ اور اراکین دارالترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کی میعاد پر اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے انٹر ترجمہ شدہ دو کتابیں، بی اے اور انجینیرنگ کے طلبہ تین کتابیں، ایم اے، ایل ایل بی و ... کے طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلب ہے ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکیں گی اگر اس عرصہ میں پر کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو قیمت یا ... ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے ... نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے، حوالے کی کتابیں جاری نہیں کی جا سکیں گی۔ فقط

25 SEP 1950
07 NOV 1950
A. Ahmad